قسط 2

برقی قمقموں سے سجا فارم ہاوس اس چاندنی رات میں چمکتے چاند کو مات دے رہا تھا، ہر طرف سجی لاتعداد روشنیاں اس کی شان و شوکت کو مزید بڑھا رہی تھیں، رات کے گہرے سائے تلے وہ اوپن ائیریا ہر طرح کی لائٹس سے سجایا گیا تھا، اسی چمکتی دمکتی رات تلے ابان مصطفی بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس ، بالوں کو سلیقے سے سیٹ کیے، ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے، اپنی دھیمی منفرد مسکراہٹ کے ساتھ بات کرتا اپنے کچھ بزنس پارٹنرز کے ساتھ کھڑا سب سے الگ اور منفرد دکھائی دے رہا تھا، اس سے کچھ ہی فاصلے پر بلیک ساڑھی زیب تن کیے، بالوں کو سٹریٹ کیے ایک ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے اور دوسرے ہاتھ سے صائم کا ہاتھ پکڑے ، انوشے! ابان کے بزنس پارٹنرز کی وائفس کے ساتھ پورے اعتماد سے کھڑی محو گفتگو تھی۔

"ویسے آپ کے ہزبینڈ بہت ڈیشنگ پرسنیلٹی کے مالک ہیں، "

ان میں سے ایک عورت جس نے لانگ بلیو ٹائیٹ میکسی پہن رکھی تھی ، یوں کے اسکی میکسی جسم کے ساتھ چپکی ہوئی تھی، ایک ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے وہ انوش سے مخاطب ہوئی۔

"انوش مسکرائی تھی، اسکی آنکھوں کی چمک دو گناہ بڑھی تھی ، وہ مسکرا کر اسکی طرف دیکھنے لگی، پھر اپنے گلاس میں سے ایک سپ جوس کا لیتی وہ بے حد اطمینان سے بولی۔"

" وہ میرے شوہر ہیں ،ڈیشنگ تو ہوں گے۔۔۔!"

وہ عورت اسکے جواب پر پہلو بدل کر رہ گئ پھر زبردستی اپنے چہرے پر مسکان لاتے ہوئے پھر سے گویا ہوئی۔

"ابان نے آپ میں ایسا کیا دیکھا تھا، میرا مطلب آپ میں کونسی ایسی کوالٹی تھی جسے دیکھ کے وہ متاثر ہوئے ؟ "

وہ اب جوس کا گلاس سائیڈ پر رکھتی اپنی ایک انگلی سے دوسرے ہاتھ میں پہنی رنگ کو گھمانے لگی۔

"دراصل ابان نے نہیں ! میں نے ان میں کچھ کوالٹیز دیکھ کر ہاں کی تھی۔۔۔!"

وہ پورے اعتماد سے جواب دیتی اس عورت کا منہ بند کر چکی تھی۔!کچھ فاصلے پر کھڑا ابان مصطفی مسکرایا تھا۔۔۔اسکے چہرے پر بہت گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

مثلاً کیسی کوالٹیز۔۔۔وہ عورت خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

"برا نہ منایئے گا ،میں اپنی پرسنل لائف شئیر کرنا پسند نہیں کرتی۔۔۔"وہ مسکرا کر کہتی اسے آگ لگا چکی تھی۔

آہاں۔۔۔!نو پرابلم۔۔۔وہ بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے بولی، ساتھ کھڑی باقی خواتین انوشے کو چبتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"یہ لو بیٹا"۔۔۔ان میں سے ایک عورت نے اپنے پرس سے چاکلیٹ نکالتے صائم کی طرف بڑھائی۔

"وہ اپنی بڑی بڑی گول آنکھوں میں چمک لیے چاکلیٹ کو دیکھنے لگا،اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اسنے چاکلیٹ کی طرف بڑھائے ہی تھے۔"

جب انوش نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔اور اس عورت کی طرف دیکھ کے مسکرا کے بولی۔

"میں اپنے بچے کو چاکلیٹس نہیں کھلاتی، اس سے بچوں کی صحت پر اثر پڑھتا ہے، وہ کیا ہے ناں میں اپنے سے جڑے ہر رشتے کے معمالے میں بہت حساس ہوں۔ہوپ سو یو ڈٹ ناٹ مائینڈ اٹ۔۔۔"آخر میں وہ معذرت خوانہ انداز اپناتے ہوئے بولی۔

جبکہ صائم اپنی ماں کو بڑی بڑی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے لگا تھا۔جیسے اسے انوش کی یہ حرکت بلکل پسند نہ آئی تھی۔

کوئی بات نہیں۔۔۔وہ اپنا بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے زبردستی مسکرا کے بولی۔

ایکسکیوز می۔۔۔!وہ عورت اس سے ایکسکیوز کرتی وہاں سے چلی گئ۔

باری باری وہ سب ایک ایک کر کے وہاں سے غائب ہو گئ۔

اور وہ صائم کا ہاتھ پکڑے وہاں تنہا کھڑی رہ گئ۔پر زیادہ دیر کے لیے نہیں۔

جیسے ہی ابان کی نظر انوش اور صائم پر پڑی تو وہ فوراً ان کے ساتھ آ کھڑ ہوا تھا۔

"ویسے ہی جیسے وہ ہر بار اسکی تنہائی میں اسکے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔۔۔"

"بہت اچھا لگا مسز ابان۔۔۔!"

وہ اس کے پاس کھڑا اپنی نظریں سامنے مرکوز کیے مسکرا کر بولا۔۔۔

"آپ کو کیا اچھا لگا مسٹر ابان؟ "وہ بھی اسکے ساتھ کھڑی اپنی نظریں سامنے مرکوز کیے مسکرا کر بولی۔

"اچھا لگا آپ میں اعتماد دیکھ کے ! آپکو مضبوط دیکھ کے۔۔۔!"وہ گمبھیر آواز میں بولتا اسکا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔۔۔!

یوں کے ابان کے ساتھ انوش اور انوش کے ساتھ صائم کھڑا تھا۔

ابان نے انوشے کا ہاتھ تھام رکھا تھا، اور انوشے نے صائم کا۔

Wow They look like a perfect family !

کچھ دور کھڑی لڑکیوں نے تبصرہ کیا۔۔۔

"یہ اعتماد ، یہ مضبوطی، یہ مان سب آپ کا ہی تو دیا ہوا ہے۔"وہ اٹھی گردن کے ساتھ کہتی اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔

وہ مسکرایا تھا، اف اسکا مسکرانا ، وہاں کھڑی ہر لڑکی کی دل کی دھڑکن تیز کر گیا تھا۔

"یہ مان یہ عزت یہ دل ، ان سب پے آپکا اور صائم کا ہی تو حق ہے۔!"

وہ دلکشی سے کہتا انوشے کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔!

(انوشے پہلے بھی ایک دو دفعہ ابان کے ساتھ پارٹیز میں جاتی تھی، لیکن تب وہ اتنی پر اعتماد نہ تھی جتنا اب اسے ابان کے مان نے مضبوط بنا دیا تھا۔)

اسلامُ علیکم۔۔۔۔!مسٹر ابان۔۔۔۔!دلاور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ابان کی طرف آیا۔

و علیکم اسلام خان۔۔!ابان نے مسکرا کے اسے جواب دیا۔

اسے دیکھتے ہی ابان کے ساتھ کھڑی انوشے کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کے گزرا تھا۔اسکی گرفت ابان کے ہاتھ پر بڑھی تھی۔

وہ اسی پرسکون انداز میں مسکرا کر دلاور کو دیکھتا، انوشے کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتا اسے حوصلہ دے چکا تھا۔۔۔

یہ آپکی وائف ہیں؟ دلاور انوش کا جائزہ لیتے ہوئے ابان کی طرف دیکھ کر بولا۔

!Yes, meat my wife, Mrs Abaan mustafa

وہ اپنے نام پے زور دیتے ہوئے انوش کا تعارف دلاور سے کروا گیا تھا۔

انوش چاہے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو، وہ دلاور کو اپنے سامنے پا کر اپنا سارا حوصلہ کھوچکی تھی، وہ صائم کا ہاتھ چھوڑے، ابان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتی وہاں سے فوراً بھاگی تھی۔اسکی حالت غیر ہورہی تھی۔

جیسے ہی ابان کے ہاتھ سے انوش کا ہاتھ نکلا تھا، اسکا دل خالی ہوگیا تھا۔اسنے فوراً سے پہلے جھک کے اپنے سے تھورے فاصلے پر کھڑے اپنے بیٹے کو اٹھایا۔

لگتا ہے آپکی مسز کو میرا یہاں آنا پسند نہیں آیا۔دلاور اپنے چہرے پر فکرمندی کے آثار لاتے ہوئے بولا۔

"وہ مسز ابان ہیں دلاور خان! وہ چھوٹی باتوں پر ری ایکٹ نہیں کیا کرتیں، انہیں اچھا لگا یا نہیں لگا، یہ آپکا مسلہ نہیں ہے، وہ کیا سوچتی ہیں کیا نہیں سوچتی ،انہیں کون اچھا لگتا ہے اور کون اچھا نہیں لگتا ان سب کا تعلق صرف میرے سے ہے۔!اور میں کافی ہوں انکے لیے، وہ اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں بولتا وہاں موجود سب کو حیران کرچکا تھا،

اور دلاور کو ہمیشہ سے اسکا یہ انداز آگ ہی لگا گیا تھا۔

انوشے کے جانے سے ابان کا دل خالی تو ہو گیا تھا، لیکن وہ اپنی بیوی کا مان رکھنا جانتا تھا، اسکا دل کر رہا تھا اپنے سامنے کھڑے دلاور کا گریبان پکڑ لے۔

لیکن وہ جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا جانتا تھا۔جزباتی فطرت ابان مصطفی کی ہو ہی نہیں سکتی تھی، وہ بولتا نہیں تھا بلکہ کر کے دکھاتا تھا۔

"چھوڑے سر، آپ بہت عرصے بعد دکھائی دیے ہیں۔۔!"ان میں سے ایک دلاور خان کے دوست نے کہا۔

"میں نظر آؤں یا نہ آؤں مجھے لگتا ہے میرا نام ہی کافی ہے مجھے یاد کرنے کے لیے۔"

وہ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے ایک ہاتھ سے انکا شانہ تھپکتے صائم کو لیے انوش کے پیچھے چلا گیا۔

وہ گاڑی کے پاس کھڑی خاموشی سے اپنے آنسو بہاتی جارہی تھی، اسے دیکھ کے آج اسکے سالوں پرانے زخم پھر سے تازہ ہوگئے تھے، اسے لگ رہا تھا جیسے وہ تاریخی پھر سے لوٹ آئی ہو۔۔۔وہ خاموشی سے اپنی قسمت پر آنسو بہارہی تھی، اسی قسمت نے اس شخص کو آج پھر اسکے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔۔۔

انوشے۔۔۔!اسے اپنے پیچھے ابان کی تھکن زدہ آواز سنائی دی تھی۔

میری طرف دیکھے، وہ اسکے پیچھے تھا اور وہ اسکے سامنے گاڑی کے ساتھ لگی اسکی طرف پیٹھ کیے کھڑی تھی۔

ابان کی آواز سنتے ہی اسکے آنسوؤں میں مزید روانی آئی، وہ زور سے ہچکیاں لے کے رونے لگی۔

صائم بھی اپنی ماں کو روتا دیکھ کے رونا شروع ہوچکا تھا۔

مما۔۔۔مما۔۔۔وہ ابان کی آغوش سے نکل کے انوش کی طرف جانا چارہا تھا۔

انوشے۔۔۔!اب کے ابان اسے یوں روتا دیکھ کے پریشان ہوا تھا۔وہ تھوڑی رعب دار آواز میں بولا۔

وہ خود کو بمشکل کمپوز کرتے اسکی طرف خاموشی سے مڑ گئ۔

مرجھایا ہوا چہرہ، مسکارا جو کے آنکھوں کے کنارے پھیل چکا تھا، چہرے پر گھومتی الجھی لٹیں، وہ کہی سے تھوڑی دیر پہلے والی پراعتماد انوشے نہیں لگ رہی تھی۔

کیا خال بنا لیا ہے آپ نے اپنا، اپنا خیال نہیں ہے تو میرا اور صائم کا کرلیں دیکھے وہ کسطرح سے رو رہا ہے، وہ اسکے قریب آتے خفگی سے بولا۔

چپ۔۔۔! بلکل چپ۔۔۔!اب نہیں روئے گی آپ۔۔۔!وہ ایک ہاتھ سے اسکے گالوں پر بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

گاڑی میں بیٹھے۔۔۔وہ اپنے اسی ہاتھ سے دائیں جانب کا دروازہ کھولتے اسے گاڑی میں بٹھا چکا تھا۔

صائم کو پکڑیں۔۔۔!وہ صائم کو اسکی گود میں رکھے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آتا بیٹھ چکا تھا۔۔۔

صائم اسکی گود میں آکے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماں کے آنسوؤں کو صاف کرنے لگا۔۔۔

ابان ٹشو باکس سے ٹشو نکالتا، ایک ہاتھ سے اسکا چہرہ اپنی طرف کیے اسکے آنسو صاف کرنے لگا۔

وہ روتی جا رہی تھی، اور وہ دونوں باپ بیٹا خاموشی سے اسکے آنسوؤں کو صاف کرتے جا رہے تھے۔

شششش۔۔۔!خدایا چپ کر جائیں۔ابان بیچارگی سے بولا۔

مما شششش۔۔صائم بھی ابان کے سٹائل میں بولا۔

"آپ۔۔۔آپ کو پتا ہے وہ کون تھا، "وہ ہچکی لیتے ہوئے بولی۔

"ششش۔ آپکو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے ،میں سب جانتا ہوں، اور میں سب سنبھال لوں گا،
بھروسہ رکھیے۔۔"وہ فکرمندی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ حیران کن نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کو کیا لگا انوش؟ آپ مجھے کچھ نہیں بتائیں گی؟ تو میں کچھ جاننے کی کوشش بھی نہیں کروں گا؟
آپ میری بیوی ہیں، اور آپکے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اسکا انصاف دلوانا میرا فرض ہے، "اور میں سب
پتا کروا چکا ہوں۔

وہ کیا بولتی وہ چپ چاپ بیٹھی بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

وہ ہمیشہ اسے لاجواب کر دیا کرتا تھا۔۔وہ کتنی ہی دیر خاموش نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ پھر تھوڑی
دیر بعد خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

"آئی ایم سوری۔"وہ سر جھکا کے شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"کس لیے؟ "وہ سکون سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

آپکو میری وجہ سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑھا۔وہ اسی طرح سر جھکائے بولی۔

"آپکو ایسا کیوں لگتا ہے؟ مجھے کبھی آپکی وجہ سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہو گا، نہیں انوش ! بس خفا
ہوں تھوڑا سا، آپ وہاں صائم سے بھی بے خبر اسے اکیلا چھوڑ کے چلی گئیں تھیں۔"وہ خفگی سے
بولا۔

"اکیلے تو نہیں اسکا باپ تھا نہ اسکے ساتھ "وہ خفگی سے بولتی اپنی گود میں بیٹھے اپنے بیٹے کا ماتھا چومتی
ہوئے بولی۔

وہ اسکی بات پر مسکرایا تھا۔

"اتنا یقین ؟"

"خود سے بھی زیادہ۔۔۔"

اور پھر وہ مسکرا کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔۔

* * * * * * * * * * *

ایک ہفتے بعد

لاہور کی کشادہ سڑکوں پے وہ بائیک ہوا کی طرح اڑ رہی تھی، ہمیشہ کی طرح وہ اپنے مخصوص حلیے میں موجود تھا، فرق صرف اتنا تھا، آج بائیک پر وہ اکیلا سوار نہیں تھا، اسکے پیچھے بیٹھیں خاتون اور کوئی نہیں بلکہ مس ایل تھیں ,"کیا بنے گا جب مل بیٹھے گے، دو ایسے لوگ جن کی بنتی نا تھی آپس میں، ایک تھا احمق آدمی اور ایک تھی بوڑھی خاتون۔۔۔۔

وہ بائیک اب بھی ہوائی جہاز کی طرح روڈز پر اڑ رہی تھی،

"Game On"

"وہ ایک ہاتھ سے ریس دیتا ، دوسرے ہاتھ سے اپنی گلاسس لگاتا ایک ادا سے بولا تھا۔"

"Lets do this"

اسکے پیچھے بیٹھیں مس ایل بھی اسی کے سٹائل میں اپنی گلاسس لگاتے ہوئے بولیں۔
کچھ ہی دیر بعد وہ بائیک لاہور کی ایک پر تعیش کوٹھی کے سامنے کھڑی تھی، مس ایل ایک ٹانگ ہوا میں اڑاتی بائیک سے اتری، اپنا ہیلمٹ سر سے اتارتی اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی کمر کے ساتھ لگائے، آنکھوں پر وہی جدید ٹیکنیک کی سکین کرتی گلاسس لگائے وہ اس کوٹھی کے ایک ایک حصے کو اپنی گلاسس سے سکین کر رہی تھیں،
(بظاہر تو انکی عمر پچپن سال تھی، لیکن انہیں دیکھ کے یہ کہی سے معلوم نہ ہوتا تھا، کہ وہ پچپن سالہ خاتون ہیں، وہ ایک بہت اسمارٹ،ایکٹیو،اور ٹیلینٹڈ خاتون ہیں، بلیک شرٹ کے نیچے بلیک جینز پہنے ،گھٹنوں سے نیچے تک آتا لانگ سکن کلر کا کوٹ پہنے ،آنکھوں پر گلاسس لگائے، بال جو کے باب کٹ کیے گئے تھے، کندھوں سے بھی اوپر آتے تھے، (ایسا لک رہا تھا کچھ دیر پہلے ہی کٹ کروائے گئے ہو)وہ بہت باوقار لگ رہیں تھیں۔
ان کے بائیں جانب وہ دونوں ہاتھ جیبوں میں اڑسائے، بلیک شرٹ کے نیچے بلیک ہی جینز پہنے ، اوپر بلیک لانگ کوٹ پہنے اپنی مخصوص گلاسس لگائے انہی کی طرح کوٹھی کو سکین کرنے میں مصروف تھا۔
"انٹرسٹنگ! دلاور کا چیلا تو بہت امیر نکلا۔اچھا خاصا گھر بنا رکھا ہے،"
وہ کوٹھی کو دیکھتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلاتے ہوئے بولیں۔
حرام کا مال ہے، یہ تو ہو گا۔وہ انکے ساتھ کھڑا اپنی نظریں کوٹھی پر جماتے ہوئے بولا۔

وہ اسکی طرف مڑی، پھر اسے دیکھ کے مسکرائی، اور پھر ایک ادا سے اپنے بال پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔

تو پھر شروع کریں؟

وہ مسکرایا تھا، لیکن مڑا نہیں، اسکی نظریں ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس کوٹھی سے نہ ہلی تھیں۔

وہ کبھی بھی اپنی نظریں، اپنے ٹارگٹ سے ہٹایا نہیں کرتا تھا، اسکی نظروں میں ایک سیکنڈ کی بے نیازی بھی جرم تھی۔اسنے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔پھر وہ دونوں ایک ساتھ قدم اٹھاتے، اس کوٹھی کے گیٹ تک پہنچے۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟"مس ایل چیخی تھیں۔

"خودکشی، دیکھ تو رہی ہیں چھلانگ لگا رہا ہوں۔!"وہ جو دونوں ہاتھ گیٹ پر رکھے اندر کی جانب چھلانگ لگانے لگا تھا، بیزاری سے بولا۔

"احمق! کبھی تو عقل سے کام لے لیا کرو، !"وہ غصے سے بولیں

وہ چڑ کے نیچے اترا،

"اب میں نے کونسی نا اہلی کا مظاہرہ کر دیا؟ "وہ اپنی آنکھیں چھوٹی کیے، اپنے سامنے کھڑی مس ایل کو غصے سے گھور رہا تھا۔

"جسٹ ویٹ اینڈ واچ، "وہ اپنے بال ایک ادا سے پیچھے کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"اف میرے اللہ مجھے صبر دے صبر دے، "وہ دانت پیس کے بولتا انکے پیچھے ہولیا۔

مس ایل بیل دے کر تھوڑا پیچھے ہٹ کے کھڑی ہوگئ۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔
ایک کم عمر لڑکی دروازے پر نمودار ہوئی، سادہ سی سفید شلوار قمیض میں ملبوس ، بالوں کو پونی میں باندھے وہ کوئی ملازمہ دکھتی تھی۔
"جی آپ کون؟ "وہ ان دونوں کو دیکھتی نا سمجھی سے بولی۔
تمہارا باس گھر ہے؟ وہ گلاسس اتارتی ایک شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے بولیں۔
"کون باس؟ یہاں تو کوئی نہیں رہتا۔"اسے جیسے پٹی پڑھائی گئ تھی، وہ لڑکی ویسے ہی بولتی چلی گئ،
"لگتا ہے تمہاری یاداشت کمزور ہے لڑکی، چلو خیر کوئی بات نہیں میں یاد کروادیتی ہوں۔"
"آہ۔۔۔۔۔کیا نام تھا۔کیا نام تھا۔۔"وہ اپنے ماتھے پر انگلی رکھتے اداکاری کرتے ہوئے بولیں۔
اوورایکٹر۔پیچھے کھڑا وہ انکی ایکٹنگ پر کلس کر بولا۔
وہ اسکی کسی بھی بات کو خاطر میں نا لاتے ہوئے۔اسی طرح ماتھے پر انگلی رکھے ، آنکھیں میچے یاداشت پر زور ڈالتے ہوئے بولیں۔
شرجیل خان۔۔۔!جیسے ہی انکے لبوں سے اسکا نام نکلا تھا۔
لڑکی نے فوراً ڈر کے دروازہ بند کرنا چاہا، اس سے پہلے وہ دروازہ بند کرتی مس ایل اپنی ایک ٹانگ دروازے میں اڑا چکی تھی۔

!Ahaaa! Don't try to be clever in front of me girl
(میرے سامنے ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو لڑکی)
پیچھے کھڑا وہ مس ایل کی حرکت پر بے اختیار مسکرایا تھا۔

وہ اپنے پاوں کی مدد سے اسے پیچھے دھکیلتی دروازہ کھول چکی تھیں، اس سے پہلے ملازمہ بھاگ کر اپنے باس کو کال کرتی، مس ایل نے اپنی ایک ٹانگ اسکی ٹانگ میں الجھائی، اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی، وہ اسے پیچھے سے پکڑتی، ایک ہاتھ نیچے لے جا کر اپنے بوٹ میں رکھی گن نکالے وہ پیچھے سے ہی اسکے سر پر بندوق تان چکی تھیں،

!!!Impressive My lady boss

وہ لہجے میں ستائش سموئے گویا ہوا، اور عین اس لڑکی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"ہمم۔۔۔چلوں شاباس لڑکی اب بتاو تمہارا باس کس وقت گھر پے ہوتا ہے؟ وہ پتھریلے لہجے میں گویا ہوا۔"

"پت۔۔۔پتا نہیں۔!!!!"

"مس ایل،۔۔مار دیں اسے یہ کسی کام کی نہیں۔۔۔!"وہ زور دیتے ہوئے بولا۔

مس ایل نے بندوق پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"بتاتی ہوں بتاتی ہوں۔۔۔!سر ۱۰ بجے گھر آتے ہیں۔۔۔!پلیز آپ لوگ چلے جائیں۔ سر مجھے جاب سے نکال دے گے، انہوں نے منع کیا تھا۔پل۔۔۔پلیز۔"وہ منت کرتے ہوئے بولی۔

"بہت عجیب لڑکی ہو، سر پے بندق ہے، سوائے اپنی جان جانے کے ، تمہیں اپنی جاب اور باس کی ناراضگی کی فکر ہے، "انٹرسٹنگ، وہ بے حد سرد لہجے میں گویا ہوا۔

اسکا مطلب ابھی شرجیل کے آنے میں ایک گھنٹہ پڑا ہے، مس ایل اپنی ورسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے بولیں،

"ھیلر کیوں نا ہم تب تک اس گھر کا جائزہ لے لیں؟ اور ہاں تم ،خبردار جو اپنے باس کے آنے پر تم نے اسے زرہ سی بھی بنک لگنے دی، ورنہ اپنے باس کے ساتھ ساتھ تم بھی اوپر کی فلائیٹ پکڑو گی۔

"وہ اسے دھمکاتی اسے آگے کی طرف دھکلیتی گھر کے اندر لے جانے لگی، ھیلر بھی انکے پیچھے ہی چلنے لگا۔

اندر لاونج میں پہنچتے وہ اپنی نظریں اردگرد دوڑانے لگا،

"سنو تمہارے باس کا سٹڈی روم کہا ہے؟ "وہ لڑکی کی طرف دیکھتے جلدی میں بولا۔

"اوپر راہداری سے گزر کے دائیں جانب والا کمرہ "، وہ فوراً بولی،

"کچھ نہیں ملنے والا وہاں سے، آو تم بھی یہاں میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ جاو۔"وہ لڑکی کو نیچے بٹھاتی اپنی ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھے، اپنے دائیں ہاتھ میں بندوق کو گھماتے مزے سے بولیں۔

"کیا مطلب ہے آپکا مس ایل؟ ابھی کچھ دیر پہلے آپ ہی اس گھر کا جائزہ لینے کا کہہ رہی تھیں؟ کیا ایسا نہیں ہے؟ "ماسک سے جھلکتی اسکی آنکھوں میں خفگی ابھری۔

"ایسا ہی ہے، اب بھی میں ہی کہہ رہی ہوں کہ ہم تلاشی نہیں لے گے،"وہ بے حد اطمینان سے بولیں۔

بھاڑ میں جائیں آپ، آپنے نہیں لینی تلاشی نا لیں، میں جارہا ہوں،وہ انہیں گھورتا سیڑھیاں پھلانگتے اوپر گھم ہوگیا۔

"میری ایک بات لکھ کے رکھ لو لڑکی یہ پورے پانچ منٹ بعد خالی ہاتھ تمہارے سامنے ہو گا"۔۔وہ اپنی ٹانگیں سیدھی کرتے آگے کو ہوکے بیٹھیں۔

کچن کس طرف ہے؟ وہ اسے بندوق دکھاتے ہوئے بولیں۔

"یہاں سے بائیں جانب۔"

(ان دونوں نے اسے سمجھ کیا رکھا تھا، کوئی سٹڈی روم کی لوکیشن کا پوچھ رہا تھا تو کوئی کچن کی۔)

"تو میری شکل کیا دیکھ رہی ہو ،اٹھو کوئی فروٹ وغیرہ لے کر آو میرے لیے، اور ہاں کسی بھی قسم کی ہوشیاری کرنے کی کوشش بھی کی تو۔۔۔یہ بندوق (بندوق اسکی طرف کی) دیکھ رہی ہو ناں؟ "

"ج۔۔۔جی۔میں لاتی ہوں۔۔۔۔"وہ فوراً سے پہلے وہاں سے کچن کی طرف بھاگی۔۔۔۔

دو منٹ میں وہ لڑکی اپنے ہاتھ میں سیبوں کی ٹوکری تھامے مس ایل کے سامنے کھڑی تھی۔"شاباش، اچھی لڑکی ہو، بہت جلدی حکم مان لیتی ہو۔"

(اب جس کے سر پر بندوق ہو وہ حکم نا مان کے جائے کہاں؟)

وہ سیبوں کی ٹوکری سے ایک سیب اٹھاتیں ، ایک ہاتھ میں بندوق پکڑے ایک ہاتھ سے سیب کھانے لگ گئیں۔

پورے پانچ منٹ بعد وہ سیڑھیوں سے نیچے اترتا دکھائی دیا۔

اور اسے دیکھتے ہی انکا قہقہہ گونجا تھا۔

"کہاں تھا ناھیلر بے، تمھیں کچھ نہیں ملنے والا۔۔۔۔"

وہ غصے سے انہیں گھورنے لگا۔۔۔۔

"سیریسلی مس ایل؟ سیریسلی؟ آپ یہاں بیٹھ کے سیب کھانے آئی ہیں؟ "وہ بے حد شاکی لہجے میں بولا۔

"ناراض تو نہیں ہو یہ لو تم بھی کھاو۔۔آجاو۔۔۔"وہ اسکے سامنے سیبوں کی ٹوکڑی کرتے ہوئے بولیں

"نہیں !!! بہت شکریہ آپکا۔۔۔"

اٹس اوکے، یور ویلکم۔۔۔!وہاں کسے پراوہ تھی۔انہوں نے ٹوکڑی پیچھے کرلی۔

"ایسے گھور کیوں رہے ہو، بوڑھی خاتون ہوں، اس عمر میں بہت بھوک لگنے لگ جاتی ہے۔"وہ اسکی گھوریوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں آپکا اطمینان دیکھ رہا ہوں مس ایل، جو مجھے ایک آنکھ نہیں بھا رہا، "وہ انکے ساتھ بیٹھتا ، اپنے دونوں بازوں، سینے پر باندھتے ہوئے بولا۔

"دیکھو ھیلر بے، ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔مجھے بھی تمہاری طرح اس کام کی بہت ٹینشن ہے، "وہ سیب کا ایک بڑا سا بائیٹ لیتے ہوئے فکرمندی سے بولیں۔

جی جی۔۔!میں وہی تو دیکھ رہا ہوں آپکو کتنینینیی ٹینشن ہے۔۔۔۔۔وہ "کتنی"پر زور دیتے ہوئے بولا۔

بس دیکھ لو۔۔۔!وہ بھی لہجے میں مصنوعی فکر سموتے ہوئے بولی۔

شرجیل سے آپ نہیں میں ڈیل کروں گا، اور آپ بیچ میں نہیں بولے گیں۔

وہ انہیں ایک انگلی سے وارن کرتے ہوئے بولا۔

میرے بغیر تم اس سے ڈیل نہیں کر سکو گے۔وہ ختم ہوا سیب ٹوکڑی پر رکھتی اپنے دونوں ہاتھ جھارتے ہوئے بولی۔

آگے تو جیسے آپ میرے ساتھ ہوتی ہیں ناں۔۔۔!وہ بڑبڑایا تھا۔

بلکل آگے تم اکیلے ہوتے تھے، اب میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم میرے بغیر کچھ نہیں کرسکتے

سمجھے؟ وہ اسے انگلی دکھاتے ہوئے بولی۔

میرے پاس اسکے خلاف ثبوت ہیں ،میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں، جو آپ کر سکتی ہیں۔تو آپ نہیں

بولے گیں۔"

"بلکل جو ثبوت تمہارے پاس ہیں وہ میں نے فراہم کیے ہیں۔۔۔!اور میں نے تمہیں وہ معلومات دی ہے، جو میں دینا چاہتی تھی، اور میں وہ جانتی ہوں جو تم نہیں جانتے سو میرا ہونا لازمی ہے۔۔۔"وہ دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔پھر صوفے پر پڑی اپنی بندوق اٹھاتی وہ اپنی ورسٹ واچ پر دیکھنے لگی۔آدھا گھنٹہ بجا تھا اسکے آنے میں۔۔۔

پیچھے وہ بیٹھا اپنے سامنے کھڑی مس ایل کو گھور کے رہ گیا تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔۔۔!انکا گلا ہی گھونٹ دے ،وہ بھی بے بسی سے شرجیل کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔۔!

تقریباً آدھے گھنٹے بعد بیل کی آواز گونجی۔۔۔۔

مطلب شرجیل آگیا تھا،۔۔۔۔!

"تم جاو جا کے اپنے باس کا ویلکم کرو،اور ہاں سنو، اسے بلکل بھی پتہ نہیں چلنا چاہیے کے ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔۔!!!"

?Did you get that

وہ بے حد سختی سے بولا تھا۔۔۔۔

وہ خوف سے سر ہلاتی باہر گیٹ کی جانب بھاگی تھی۔

****

کہاں مر گئ تھی تم؟؟! جیسے ہی دروازہ کھلا وہ اس پر برس اٹھا تھا،

ج۔جی سر وہ بس آنکھ لگ گئ تھی۔۔۔

تمہیں میں نے اپنے گھر نیند پوری کرنے کے لیے رکھا ہے کیا؟ وہ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا اپنا بیگ اسے تھماتے ہوئے بولا۔

میں فریش ہونے جا رہا ہوں میرے لئے ایک کپ کافی بنا کر لاو۔۔

وہ خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئ۔

یہ اتنا اندھیرا کیوں کر رکھا ہے گھر میں وہ لاونج میں داخل ہوتے ہوئے غرایا، اور پھر بمشکل سوئچ بورڈ ڈھونڈتے زیرو کا بلب آن کیا۔۔۔جیسے ہی اسکی نظر صوفے کے وسط میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے، پی کیپ پہنے سر نیچے کی طرف کیے، اپنے دونوں بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے ، ایک بوٹ فرش پر ہلاتے ، جو مسلسل ٹک ٹک ٹک کی آواز پیدا کر رہے تھے، شخص پر پڑی تو وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔۔۔

ھ۔۔۔۔ھیلر۔۔۔۔۔۔وہ بمشکل اتنا ہی بول پایا۔۔۔

وہ الٹے قدم پیچھے کی برف بھاگا۔۔اس سے پہلے وہ بھاگنے میں کامیاب ہوتا۔۔۔

پیچھے سے مس ایل دونوں ہاتھوں سے بندوق تھامے منظر عام پر آئیں۔۔۔

There is no way to run sharjeel khan!

وہ اسی طرح بیٹھے اپنا ماسک سے ڈھکا چہرہ اوپر کو اٹھاتے پتھریلی آواز میں بولا۔۔۔

تم میرے گھر پے کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔!خوف سے اسکی آواز کانپ رہی تھی۔۔۔۔(وہ دلاور کا بندہ تھا، اور اسکا ایک ایک بندہ ھیلر نامی شخص کے گیٹ اپ سے بخوبی واقف تھا، اسکا خوف اسکے ایک ایک بندے میں بابر کو دیکھ کر پیدا ہوچکا تھا۔۔۔)

تم سے ایک فیور چاہیے تھی۔۔وہ صوفے سے اٹھتا ایک ایک قدم اٹھاتا اسکے قریب آیا۔

کیسی فیور۔۔۔۔!وہ اسکے بے حد قریب کھڑا تھا۔۔۔۔ان دونوں میں صرف دو سے تین انچ کا فاصلہ تھا۔اسکی رگ و ورپے میں خوف پھیل چکا تھا۔۔۔

دلاور خان کے خفیہ ٹھکانے کا راز۔۔۔!جس میں وہ اپنے کالے کرتوت چھپائے ہوئے ہے۔۔۔!جہاں وہ معصوم لڑکیوں کو رکھ کے انکی عزتوں کے ساتھ کھلواڑ کرتا ہے۔۔۔!!!!!جہاں وہ تم جیسوں کتوں کو ہڈی ڈالتا ہے۔۔۔!آہستہ آہستہ اسکی آواز بلند ہوتی جارہی تھی۔اتنا کے شرجیل کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔

مس ایل اسی طرح خاموشی سے اسکے پیچھے بندوق تانے کھڑی تھیں۔!!!

میں تمہاری کسی بھی صورت مدد نہیں کروں گا، میں اپنے باس کے ساتھ غداری کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔!وہ اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے بولا۔۔۔

سوچ لو شرجیل خان۔۔۔!!!وہ اپنی آنکھیں اسکی آنکھوں میں گھاڑتے ہوئے بولا۔۔۔

کبھی نہیں۔۔۔!!!!اسکا جواب دو ٹوک تھا۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔!مس ایل۔۔۔!مجھے لگتا ہے، وہ ساری فائلز جس میں یہ چار ممالک ، دبئ، امریکہ، افریقہ، اور لنڈن میں منی لانڈرنگ کرواتا رہا ہے، جن مملاک میں یہ ڈرگس اسپلائی کرتا رہا ہے، جن

ڈاکومینٹس پر اسکے دستخط ہیں، جن ڈاکومینٹس پر اسکے باس اور اسکے کالے کرتوتوں کی ایک لمبی لسٹ ہے، ہمیں سر عام میڈیا، اور پولیس کو دے دینی چاہیے، وہ اونچی آواز سے بولتا۔۔۔اسکے چھکے چڑھا چکا تھا۔۔

نا صرف منی لانڈرنگ ، اور ڈرگس اسپلائی کے ڈاکومینٹس، بلکہ اسکی خفیہ بیٹی کا برتھ سرٹیفکیٹ بھی۔۔۔!

مس ایل جو کے یہ راز کھولنے کے لیے اپنا منہ کھولنے ہی والی تھیں۔ھیلر کے منہ سے سنتی وہ ایک دم صدمے میں آگئی، جلدی سے خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ بولیں۔

شیور۔۔۔۔!ھیلر بے۔۔وہ دانت پیس کے بولتی ، اپنی جینز کی پاکٹ سے سیل فون نکال چکی تھیں۔

اپنی بیٹی کے بارے میں سنتے ہی شرجیل خان کے چہرے پر پسینے کے آثار نمودار ہونے لگے۔۔۔!!!

تم میری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاو گے۔۔۔۔وہ غم و غصے کی ملی جلی کیفیت میں بولا۔

"دنیا کی نظروں سے اپنی بیٹی کو امریکن یونیورسٹی میں پڑھا کے تم اسے ہر جگہ سے سیکیورٹی فراہم کرنا چاہتے ہو؟ اور دوسروں کی بیٹیوں کو گھروں سے اٹھا کر تم جیسے کتے آگے بیچتے ہیں۔۔۔!"

"وہ کہاں رہتی ہے۔!اسکا پتہ کیا ہے، کونسی یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔۔ایک ایک معلومات میرے پاس موجود ہے۔۔،

اور ہاں۔۔۔تمہارے پاس تین دن کا وقت ہے۔۔۔!سوچ لو، اور فیصلہ کرلو، تم میری مدد کرو گے؟ یا انکار۔۔۔!پر ہاں سنو انکار کی صورت میں تم اپنا انجام جانتے ہو۔۔۔!وہ اسکے سائیڈ سے نکلتا اسے لاجواب کرتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔!!!!"

شرجیل خان۔۔۔!کسی بھی قسم کی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو انجام اچھا نہیں ہو گا، تمہاری گاڑی، تمہارے کمرے، تمہاری ایک ایک چیز پر میں خفیہ کیمرے سیٹ کر چکی ہوں۔۔۔!تم مجھے جانتے نہیں ہو۔۔۔!

میں بندے کے وہ وہ کرتوت جڑ سے اکھاڑ کر ڈھونڈ لانے میں ماہر ہوں۔۔۔جو وہ اپنی طرف سے صفحہ ہستی سے مٹا چکا ہوتا ہے۔۔۔!!!!!!!وہ اپنی بندوق۔۔۔۔!اس پر تانے اسکے ہوش اڑا چکی تھیں۔۔۔۔۔وہ اسے ایک شیطانی مسکراہٹ پاس کرتی۔باہر کی جانب چل دی۔۔۔۔

انکے جاتے ہی وہ پیچھے دھپ سے صوفے پر گرا تھا، وہ کچھ بھی کہنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا۔۔۔کیونکہ بات اب اسکی بیٹی پر آچکی تھی۔

اور وہ اتنے آسانی سے ان دونوں کی باتوں میں آنے والا بھی نہیں تھا۔۔۔!!!!

تم کیسے جانتے تھے؟ اسکی بیٹی کے بارے میں باہر آتے ہی وہ ھیلر پر برسی تھیں۔۔۔۔

مس ایل آپ کو کیا لگتا ہے؟ آپ مجھے جو معلومات فراہم کرتی ہیں؟ میں انہی پر بیٹھا ہوتا ہوں، وہ مسکرایا تھا۔۔۔۔

اوہوں۔۔۔!وہ نفی میں سر دائیں بائیں ہلانے لگا۔۔۔!

"میں اپنی آنکھیں اور کان ، اپنے دشمن کے معاملے میں کھلی رکھتا ہوں۔۔۔۔"

آپکو کیا لگتا ہے؟ اس ایک ہفتے میں صرف آپ اسکے چیلے کے بارے میں سب پتہ کرواتی رہیں۔۔۔ناں۔۔ایسا ہر گز نہیں ہے۔۔!

میں ایک منٹ کے لیے بھی کسی بھی چیز سے غافل نہیں ہوا۔۔۔!

وہ مزے سے بولتا نہیں تپا چکا تھا۔۔۔

احمق۔۔۔!!!

اب کے قہقہہ لگانے کی باری اسکی تھی۔

"!By the way , my lady boss, today you impressed me with your killer skills"

وہ ایک ہاتھ ماتھے پر رکھتا انہیں سلوٹ کرتے ہوئے مسکرا کے بولا۔۔

"وہ بھی مسکرادیں تھیں"۔۔۔۔!اور پھر وہ دونوں جیسے آئے تھے۔۔ویسے ہی غائب ہو چکے تھے۔۔۔

****

ڈھلتے سورج نے اپنی چند آخری کرنوں سے تں‌دھوں تاریک گلی کو روشن کر رکھا تھا۔آج بیر کے درخت والے گھر میں چہل پہل تھی۔

برآمدے میں آؤ تو آج وہاں کونے والے درخت پر برقی قمقمے لگائے گئے تھے۔تھوڑے ہی فاصلے پر چند ورکرز فیری لائٹس کا اہتمام کر رہے تھے۔

ماہ نور اس وقت کمرے میں سنگھار میز کے سامنے کھڑی شیشے میں دیکھتے مسکارے کے برش کو پلکوں کے ساتھ اختیاط سے مس کر رہی تھی۔

وہ اس وقت سفید رنگ کی پیروں کو چھوتی انارکلی فراک اور چوڑی پجامے میں ملبوس تھی۔پیروں میں سرخ رنگ کی ہیل پہن رکھی تھی۔اور سفید اور سرخ رنگ کے امتزاج کا دوپٹہ پیچھے بیڈ پر سلیقے سے رکھا تھا۔

رفعت جیولری باکس نکالے اس میں سے کنگن ہاتھ پر چڑھا رہی تھیں۔وہ خوبصورت سے فِروزی رنگ کے جوڑے میں ملبوس تھیں۔دوپٹہ سر پر ٹکا رکھا تھا۔میک اپ کے نام پر صرف لپ سٹک لگا رکھی تھی وہ بھی ماہ نور کے بے حد اسرار پر۔۔۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر ایک ملازم نمودار ہوا۔

بیگم صاحبہ باہر صاحب جی اور چھوٹی بیگم صاحبہ لوگوں کی گاڑیاں آ گئ ہیں۔

ہاں اکبر تم چلو میں آ رہی ہوں رفعت نے ملازم سے کہا تو وہ سعادت مندی سے سر ہلاتا باہر کی جانب چلا گیا۔

ماہ نور اسی طرح کھڑی ایک ہاتھ میں ہائی لائٹر کی کِٹ پکڑے دوسرے میں برش سے چہرے کے ہائی پوائنٹس کو ہائی لائٹ کر رہی تھی۔اس کو بند کرتی وہ لپ سٹک کا شیڈ دیکھ رہی تھی۔

امممممم۔۔۔کون سا لگاؤ۔۔۔کون سا لگاؤ۔۔۔وہ خود میں ہی مگن تھی۔۔۔وہ خوش تھی۔۔۔ہاں وہ بے حد خوش تھی، اب سب کچھ اس کی خوشی کے مطابق ہو رہا تھا۔

جیولری کے ڈبے بند کرتیں وہ ماہ نور کی جانب آئیں اور کندھے پر ہاتھ رکھا تو گھنی پلکوں کی جھالر اٹھی تھی۔

"آج کاجل کے بغیر بھی آنکھیں اتنی روشن لگ رہیں تھیں۔"

اماں نے اس کا ہاتھ تھاما تو آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھ کے اس پر پھونکا۔۔۔ہاتھ میں پکڑے پیسے اس پر سے وارے، اللہ میری مانو کو نظرِ بد سے بچائے آمین۔ماہ نور تھوڑا سا جھکی تو وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

تم تیار ہو جاؤ۔۔۔تب تک میں سب سنبھالتی ہوں۔وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے باہر چلے گئیں۔

ہونٹوں پر لگانے کے لیے اس نے سرخ لپ سٹک کا انتخاب کیا۔۔۔اور پھر آئینے کی جانب متوجہ ہو گئی۔۔۔

رفعت کمرے سے باہر نکلیں تو ماہ نور کے تایا، تائی۔۔۔چچا، چچی۔۔۔برآمدے میں کھڑے سرگوشیوں کی صورت میں باتیں کرتے سامنے سادہ اور ڈیسینٹ سی ہوئی ڈیکوریشن دیکھ کر بے زار سے لگ رہے تھے۔جیسے ان کے بھیجے گئے ورکرز ان کی پسند کا کام نہیں کر کے گئے ہوں۔

رفعت مسکراتی ہوئی ان کی جانب بڑھیں۔اندر سے ناجانے کیوں ان کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ جیسے کوئی ان ہوئی ہونے کو ہو ان کے میزاج آج کچھ بدلے بدلے سے تھے۔

"مینیو بھی دیکھ لیجئے گا کہیں وہ بھی تو رات و رات بدل نا گیا ہو۔(یہ لڑکی نے تو آج حد ہی پار کر دی ہے۔۔بس اب اس کا بندوست جلد ہی کرتی ہوں۔۔۔بڑی آسمان کی اڑان اڑنے لگی ہے) سمیرا (ماہ نور کی تائی) دل میں آگے کا لائحہ عمل تہہ کرتی تایا کو بھڑکانے کا کام سر انجام دیتی مڑیں۔

السلام و علیکم بھابھی۔۔۔!!!

ماہ نور کی چچی "طیبہ "رفعت کو آتا دیکھ کر مسکراتی ہوئی ان کے گلے لگیں۔

وعلیکم السلام رفعت بھی بہت تپاک سے سب سے ملیں اور ڈرائینگ روم میں سب کو لے آئیں۔"تم لوگ بیٹھو میں آتا ہوں۔"جواد(تایا) یہ کہتے گھر کے عقبی حصے کی جانب بڑھے جہاں پر سارا کھانا تیار ہو کر آنا تھا اور رکھا جانا تھا۔

اکبر وہاں سب کو سپر وائز کر رہا تھا۔سبھی چیزیں اپنی نگرانی میں رکھوا رہا تھا۔

"منگنی کی تقریب کے لیے جواد نے دو دن پہلے ہی اکبر کو یہاں پر تیاریوں کے لیے بھیج دیا تھا۔یہ ان کا بہت پرانا ملازم تھا۔"

جواد کو آتا دیکھ کر اکبر پھرتی سے ان کی جانب بڑھا۔

سلام صاجب۔۔۔!!!

وعلیکم السلام۔۔۔!!!

دو دن پہلے تم کو یہاں پر تیاریوں کے لیے بھیجا تھا۔مجھے تو یہاں پر کوئی خاص تیاری ہوئی ہوئی نظر نہیں آ رہی؟؟؟

"میں نے جیسا کہا تھا ویسی ڈیکوریشن نہیں ہوئی۔یہ کیا ہے؟؟؟ ایسا کہا تھا میں نے؟؟"جواد چبا چبا کر اپنی بات مکمل کر رہے تھے۔

"صاحب مجھے جو لسٹ آپ نے میرے یہاں آنے کے بعد بھجوائی تھی۔بالکل ویسا ہی کام کروایا ہے۔"اکبر جلدی سے اپنی صفائی میں بولا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟؟ کون سی لسٹ کیسی لسٹ؟؟"اب کی بار جواد دبا دبا سا چلائے۔۔

پاس سے دو ملازموں نے مڑ کے دیکھا تو وہ انہیں دیکھتے بولے۔۔۔"ابھی ایک منٹ سے پہلے اپنی شکل گم کرو۔"

وہ دونوں تیزی سے وہاں سے نکلے۔

جواد کی پشت پر کونے میں کھڑا ایک ملازم رہ گیا تھا۔۔دیوار کی جانب رُخ کیے موبائل کے کی بورڈ پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرتا جا رہا تھا۔

میں پوچھ رہا ہوں کون سی لسٹ ملازموں کے جاتے ہی وہ ایک بار پھر اکبر پر دھاڑے۔

وہ۔۔۔وہ۔۔۔و۔۔۔۔صاجب جی اس نے جیب سے ایک دو صفحوں پر مشتمل ایک پرچہ جواد کی طرف بڑھایا۔

پہلے پرچے پر ڈیکور کی تفصیل درج تھی۔

دوسرے پر آج کا مینیو۔۔۔

"ہہ۔۔۔ہاہ۔۔۔"لسٹ دیکھتے ہی ان کا منہ کھل گیا غصے سے ان کی آنکھیں لال ہو رہیں تھیں۔

"اور یہ تم سے کس نے کہا کہ میں نے بھجوایا ہے؟" وہ ضبط کرتے ہوئے بولے۔

"یہ میرے یہاں آنے کے بعد اسی رات کو دروازے پر دستک ہوئی تو ماہ نور باجی نے کھولا تھا۔میں ان کے پیچھے گیا تو تب تک وہ ہاتھ میں یہ دو کاغذ پکڑے کھڑی تھیں۔

اور ایک سرسری سی نظر دہرا کر کندھے اچکاتی میرے ہاتھ میں تھما کر یہ کہتی چلی گئیں کہ "تمہارے صاحب نے بھیجا ہے اور حکم آیا کہ سارا کام اسی کے مطابق ہونا چاہیے۔"

"تو اُلو کے پٹھے تو نے مجھے فون کر کے کیوں نہیں پوچھا؟"اب کے وہ دھاڑے تھے۔

اکبر زرا سا گھبرایا۔۔اور خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا صاحب جی سنیں تو۔۔۔۔

یہ لینے کے بعد جب میں اپنے کواٹر میں آ گیا اور تقریباً پندرہ منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی میں یہ سب انتظامات کی لسٹ دیکھ رہا تھا تو ماہ نور باجی آئیں اور مجھے کہا کہ ان کے موبائل کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، چل نہیں رہا تھا وہ کہہ رہیں تھیں صبح وہ چیک کروائیں گیں۔

"دیوار کی جانب منہ کیے کھڑے لڑکے کے ہاتھ مزید تیزی سے ٹائپ کرنے لگے تھے۔"

ابھی کے لیے انہیں ضروری کام کے لیے فون چاہیے۔۔۔صاحب جی وہ لے کے گئ اور پھر واپس بھی دے دیا صبح مجھے۔۔

میں فون ملانے لگا تھا آپ کو لیکن موبائل ہی ڈیڈ تھا۔

پھر باجی نے اتنا کام دیا مجھے کہ مجھے فون کرنے کا ہوش ہی نہیں رہا۔

ماہ نور کی چلی گئ ساری چال تایا کی سمجھ میں آ گئ تھی۔فون اس لیے وہ لے کے گئ کہ یہ کال نا کر سکے۔پھر صبح واپس کیا اور وہ بھی ڈیڈ۔۔۔۔اور پھر کام میں الجھا دیا۔

وہ غصے میں مٹھیاں بھینچتے وہاں سے ڈرائنگ روم کی جانب لمبے لمبے ڈھگ بڑھتے گئے۔

ان کے جانے کے تین منٹ بعد ماہ نور آتی دیکھائی دی۔

اکبر اسے دیکھ سے جلدی سے اس کی جانب آیا تھا۔

باجی جیسا آپ نے کہا تھا میں نے بالکل ویسا ہی صاحب سے کہا ہے۔

ماہ نور نے ہلکی سی آبرو اچکائی، ہونٹوں پہ لگی سرخ لپسٹک کو آپس میں مس کیا پھر ایک نظر کونے میں کھڑے لڑکے کو دیکھا تھا۔

جس کا چہرے اب اس طرف تھا۔تو ماہ نور کے دیکھنے پر وہ جلدی سے اس کی جانب آیا۔

اس کا ہاتھ اٹھا اور اکبر کے چہرے پر پانچ انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا۔

اکبر لڑکھڑایا اور بے یقینی نے اپنے سامنے کھڑے اس نو عمر لڑکے کو دیکھا۔اور پھر ماہ نور کو۔۔۔۔

"یہ جو زرا سی زبان کی ہیر پھیر کی ہے نا اس سے نفرت ہے مجھے۔۔۔سنا تم نے"

تم نے یہ کیوں بولا کہ میں تمہارے کمرے میں آئی تھی؟

میں نے موبائل لیا؟

پھر نے موبائل صبح تک واپس کیا؟

اور تو اور موبائل ڈیڈ کر کے واپس کیا؟

حالانکہ ایسا تو کچھ نہیں ہوا۔۔تم اتنے نااہل ہو کے اپنی نوکری بچانے کے چکر میں میرے ہی گھر میں کھڑے ہو کر، میرے ہی بارے میں، میرے ہی تایا سے بکواس کی ہے؟؟
تمہاری اتنی جرت۔۔۔!!!
وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گھارتی غصے سے مٹھیاں بھینچتے بولتی جا رہی تھی۔

"دوسری جانب جواد بیٹھک میں داخل ہوتے بلند آواز میں دھاڑے تھے۔۔۔تم دونوں ماں بیٹاں ہو ہی نہیں اس قابل کے تم لوگوں کے لیے کچھ کیا جائے۔میرے ہی بھیجے گئے ملازموں کو میرے ہی خلاف استعمال کیا ہے۔۔۔میری ہی بھتیجی نے۔۔۔واہ واہ۔۔۔میں ہی بیغیرت ہوں جو اپنی بیٹی کا رشتہ کرنے کی بجائے سوچا میری بھتیجی کا بھلا ہو جائے۔
بیٹھک میں بیٹھے ہر نفوس پے سکتہ تاری ہو گیا تھا۔
بھائی صاحب ایسا کیا کیا میری مانو نے جو آپ اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔۔رفعت اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے سخت لہجے میں بولیں۔
آپ کی بیٹی کے کروت۔۔۔۔دوسروں میں آنکھوں میں دھول جھونکنا ک۔۔۔۔۔۔۔۔۔
بس بھائی صاحب بس۔۔۔!!!میری بیٹی کے بارے میں ایک غلط الفاظ آپ نے مزید استعمال کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا رفعت جواد کے منہ سے نکلتے الفاظوں کو ہاتھ سامنے کر کے ٹوکٹی غصے پہ قابو پاتیں بولیں۔"

"اب تم بیٹھک میں جا کر سب کے سامنے بولو گے کہ تم نے اپنی مرضی سے یہ سب کیا ہے۔ماہ نور باجی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔

"اگر تم نے ایسا نہیں بولا۔تو خدا کی قسم تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو۔۔۔میں کیا کیا کر سکتی ہو۔"

وہ یہ کہتی جیسے آئی تھی ویسے ہی واپس مر گئی۔

"باجی لیکن تم نے مجھے وہ کاغذ دیے تھے۔۔۔باجی میری نوکری چلی جائے گی۔۔۔باجی تم نے مجھے بولا تھا۔۔۔میں کاغذ کا بتاتے ہوئے تمہارا ہی نام لوں۔۔۔باجی۔۔۔باجی اکبر پیچھے سے مسلسل چلائے جا رہا تھا"

اس لڑکے نے ایک گھونسا اس کے پیٹ میں جڑا۔۔۔اور منہ کو اپنی گرفت میں لیتا اپنی طرف کیا۔

تو نے باقی سب تو جھوٹ بولا ہے نا؟ اب وہ کر جو باجی کہ رہی ہے نا وہ کرو ورنہ وہ جو کہہ کے گئی ہے نا وہ کر بھی سکتی ہے۔

"چل شاباش جھوٹ بولنے کا شرافت سے کفارہ ادا کر"

بھابھی آپ کی بیٹی نے معصوم بن کے میرا پتا کاٹا ہے، جو کچھ میں نے بولا تھا کرنے کا ویسا تو کچھ نہیں ہوا، نا کھانا، نا ڈیکوریشن۔

میرا پیسہ،میرے ورکرز اور حکم میری بجائے میری بھتیجی کا۔۔۔۔واہ ،واہ ،شاندار وہ اونچی آواز میں ہاتھ نچا نچا کر بولی جا رہے تھے۔

یہ کیا ہو رہا تاتا جان؟

وہ یہ نا سمجھی اور حیرانی سے دیکھتی ہاتھ میں خاکی لفافہ پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔تایا کی کانوں میں پڑتی آخری آوازوں سے اس کے گھال ہلکے ہلکے دھک رہے تھے۔

"تایا جان میری ماں سے دھیمے لہجے میں بات کریں۔۔۔اگر آپ کو اتنا ہی رعب جمانے کا شوق ہے اپنے بیوی بچوں پے پورا کریں،، میری ماں کے ساتھ اس شوہر نہیں کھڑا یا میرے ساتھ میرا باپ نہیں کھڑا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔آپ کے منہ میں جو بھی آئے آپ وہ بول دیں۔

ابھی میں زندہ ہوں۔میں اپنی ماں کے ساتھ کھڑی ہوں،"ان کی بیٹی کھڑی ہے۔"اس کے ماں کو کندھوں سے تھما تھا۔"اپنی ہونے کا احساس دلایا تھا"

اب آپ بتائیں کون سی حکمرانی کی ہے میں نے،آپ کی کون سی جائیداد پر قبضہ کیا ہے، میں نے تو اپنے باپ کا حصہ بھی چھوڑ دیا تھا۔۔۔وہ دھیمے لہجے میں روانی سے بولتی جا رہی تھی۔۔۔آنکھوں کے کونے سرخ اور تھوڑے سے نم تھے۔

ماہ نور۔۔۔اب تم حد سے بڑھ رہی ہو بیٹا۔۔۔طیبہ اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھیں تھیں۔

سمیرا ابھی غصہ پر کنٹرول کر رہیں تھیں۔۔۔کہیں یہ غصہ بنا بنایا کھیل ہی نا بیگار دے اففففف۔۔۔۔

چچا بت بنے کھڑے ہر سب کچھ نا سمجھی سے دیکھ رہے تھے۔

تایا مٹھیاں بھینچتے دانت آپس میں پیوست کیے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے گھور رہے تھے۔

اور وہ ان سب سے بے نیاز اپنی کہے جا رہی تھی۔"میں نے سب کچھ چھوڑ دیا نا۔یہ جو گھر دیکھ رہے ہیں نا اس نے کمرے کی جانب نظر دہرائی۔۔دو مہینے پہلے اس کی ساری پیمینٹ مکمل ہوئی ہے۔"تین سالوں بعد"۔۔۔تین سال میں نے اور ماں نے جیسے گزارے ہیں۔

آپ نے ایک دن بھی پوچھا ہمیں، یا ہم نے ایک بھی پائی کا مطالبہ کیا،حالانکہ میں چاہتی تو آپ لوگوں کے حلق سے بھی اپنا اور اپنے باپ کا حصہ نکلواتی۔مجھے کوٹ میں آپ سب کو گھسٹنا پڑتا میں گھستی۔لیکن نہیں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"سن رہے ہیں آپ میں نے اپنا حصہ نہیں مانگا۔"وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ سرد لہجے میں بول رہی تھی۔

"لیکن نہیں اب میں آپ کے حلق سے نوالہ اترنا حرام کر دوں گی، میں اب اپنا سب کچھ جو کھو دیا تھا وہ نکلوا کے ہی دم لوں گی۔"یہ دل میں ہی تہہ کیا۔

ماہ نوررررر۔۔۔۔۔۔کمران (چچا) نا چاہتے ہوئے بھی سپاٹ لہجے میں بولے۔

"اندر جانا اور جیسے باجی نے بول ویسا ہی بولنا تو ہی جان حلاصی ہو گی۔ورنہ جھوٹ بولا تو تم کا مالک ویسے ہی یہ نا نافرمانی پر تمہیں نوکری سے نکالنے والا یہ نا ہو نوکری کے ساتھ ساتھ عزت بھی جاتی رہے۔"لڑکے نے اکبر کا کندھا تھپتھپایا اور آگے بڑھ گیا۔

سمیرا کی آنکھیں میں تو خون اتر آیا وہ بھی ماہ نور کو سنانے ہی لگیں کہ۔۔۔۔

اکبر کمرے میں داخل ہوا۔۔"ماہ نور کی سپاٹ نظریں اسی پر جمیں تھیں" وہ تھوک نگلتے بولا۔

"صاحب معاف کر دو صاحب میری غلطی ہے ساری،،،مجھے باجی نے کچھ بھی نہیں بولا،،،سب کچھ میں نے خود اپنی مرضی سے کیا۔۔

معاف کر دو صاحب باجی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اس میں۔باجی کو یہ سب پتا بھی نہیں ہے۔۔باجی بے قصور ہے۔۔۔میں نے اپنی آسانی کے لیے سب کچھ خود ہی ڈیسائیڈ کیا۔

تمہاری اتنی اوقات میرے منہ پے ہی جھوٹ بولا سب۔۔!!!!جواد نے اشتعال اکبر کا گریبان پکڑا۔

سمیرا کا منہ کھل گیا تھا۔۔۔

طیبہ اب دلچسپی سے بیٹھ کے تماشا دیکھنے لگی تھیں۔

رفعت بت بنی کھڑی تھیں۔

کمران کو تو سانپ ہی سونگ گیا۔۔۔۔

چھوڑیں تایا اسے تم جاؤ یہاں سے۔۔ماہ نور نے آگے بڑھ کے اکبر کو چھوڑوایا۔دفع ہو جاؤ یہاں سے، تمہیں بعد میں دیکھوں گی،۔۔اکبر وہیں کھڑا رہا۔

میں نے کہا ہے نکل جاؤ یہاں سے وہ دروازے کی جانب اشارہ کرتے غرائی تھی۔

تایا اور چچا کی جانب گھومی۔

"آپ لوگ آج تک ہمارے غموں میں ہمارے زخموں پر نمک چکڑتے رہیں ہیں۔

اب ہمارے خوشیوں کو بھی آگ لگائے کی پوری تیاری کی تھی۔ویلڈن۔۔!!!

"لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔"

اور ہاں کیا کہہ رہے تھے آپ؟؟؟کہ آپ کے ورکرز، آپ کا پیسہ۔اب کہ وہ تایا کی طرف پورا گھومی اور آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

تایا جان آپ کے ورکرز ضرور ہیں لیکن آپ کا پیسہ نہیں ہے۔

یہ رہے وہ تمام اخراجات جو آپ نے میری منگنی کی تقریب کے لیے اماں کو دیے تھے۔یہ ویسے کے ویسے واپس جائیں گے آپ کے ساتھ۔

اور تاتی اور چچی جان "وہ ایڑیوں پہ گھومی" آپ کے دیئے گئے وہ سوٹ میں آپ کی گاڑی رکھوانے کا حکم دے دیا۔ہم اتنی فضول چرپے افورڈ نہیں کر سکتے۔

ہم نے کچھ بھی استعمال نہیں کیا اس میں سے۔۔۔نرمی سے بولتے اس نے لفافہ میز پے دھڑا۔

"وہ دھیمے نرم لہجے میں آگ لگانے میں ماہر تھی"

اگر آپ اب بھی تقریب میں شرکت کرنے چاہتے ہیں تو تشریف رکھیں، ورنہ باہر کا دروازہ میں نے پہلے سے ہی کھلوا دیا۔

میں اب مزید تماشا نہیں چاہتی۔۔۔ہمارے مہمان آنے والے ہیں۔

وہ یہ کہتی اپنی ماں کا ہاتھ پکڑتی وہاں سے انہیں لے کر چلی گئی۔

اماں کو لا کر اس نے کمرے میں بیٹھایا اور جگ میں سے پانی ڈال کے گلاس انہیں تھامایا۔

ان نے ایک ہی سانس میں پی لیا۔

مانو۔۔۔۔وہ پیسے؟؟

میں نے لون لیا اپنے باس سے وہ اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ عام سے انداز میں بولی۔

آپ ٹینشن نا لیں میں نے کوشش کی ہے کم سے کم حرچہ ہو۔۔ہمارا یہ لون میری تین ماہ کی تنخوا سے پورا ہو جائے گا۔

میں نے تین ماہ کی تنخوا اڈوانس میں لے لی ہے۔

"آپ تسلی رکھیں آپ کی مانو سب کو دیکھ لی گی، سب سمبھال لے گی"رفعت کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے بولی۔

وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔تو ماہ نور بھی مسکرا دی۔۔۔

اچھا اب آپ باہر کے انتظامات دیکھ لیں۔میں بس آئی۔۔

ہوں میں جاتی ہو۔۔۔۔

ماہ نور اب کھڑی جیولری کے نام پر جھمکے کان میں پہن رہی تھی۔

رفعت شیشہ میں اس کا عکس دیکھنے لگی تو منظر آہستہ آہستہ ڈرائنگ روم میں تبدیل ہونے لگا۔۔۔۔

"میری ماں کے ساتھ اس شوہر نہیں کھڑا یا میرے ساتھ میرا باپ نہیں کھڑا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔آپ کے منہ میں جو بھی آئے آپ وہ بول دیں۔

ابھی میں زندہ ہوں۔میں اپنی ماں کے ساتھ کھڑی ہوں،"ان کی بیٹی کھڑی ہے۔"اس کے ماں کو کندھوں سے تھما تھا۔"اپنی ہونے کا احساس دلایا تھا"

ماہ نور نے شیشے میں سے ماں کا عکس دیکھا تو کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئیں تھی۔
اماں۔۔۔آپ گئ نی؟؟ ماہ نور کی آواز پر وہ چونکیں تھیں۔۔ہ۔۔۔ہاں میں جا رہی ہوں جلدی آؤ وہ جلدی سے خود کو کمپوز کرتیں اس کو آنے کی ہدایت دیتیں چلیں گیں۔۔۔
تھوڑی دیر میں مہمان بھی آگے تو بس اب برآمدے میں کھلی فضا میں بیٹھے تھے۔
ماہ نور کمرے میں تیار سی فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔
"ہاں عثمان کھانا گرم کروا لو۔۔۔کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی چاہیے۔"لائن ملتے ہی اس نے ہدایت دی۔
"جی باجی آپ پریشان نا ہوں۔ہر چیز آپ کو پرفیکٹ ملے گی۔"وہ تسلی دیتے بولا۔
تمہارا بہت بہت شکریہ عثمان۔۔۔وہ توڑ توڑ کے الفاظ ادا کر رہی تھی۔
دوسری سائیڈ پے گھر کے پیچھلی جانب وہ لڑکا کان سے فون لگائے کھانے کے پاس کھڑا تھا۔
باجی آپ نے نا صرف اتنا عرصہ مجھے پڑھایا۔بلکے مجھے میرے مستقبل کے گولز سیٹ کروائے ہیں۔
مجھے اچھے برے کی تمیز سیکھائی ہے۔جب میں ذہنی ابتری کے مشکل ترین دوڑ گز رہا تھا۔تب آپ میرے ساتھ تھی۔
آپ میری صرف باجی ہی نہیں۔آپ میری بڑی بہن ہیں اور بہنیں بھائیوں کا شکریہ ادا کرتے اچھی نہیں لگا کریتں۔
آئندہ بھی آپ کو جو بھی کام ہو آپ بلا
جھجھک مجھے بلا سکتی ہیں۔

"یہ سوچ سوچ کے مت بولا کریں مجھے کام استانی جی"۔ساری بات سیریس کرتے کرتے آخر میں لہجہ شریر ہوا تھا۔

ماہ نور دھیرے سے ہنس دی تھی۔"زیادہ باتیں مت بناؤ کام پے لگو۔"وہ اپنی ازالی دھیمے لہجے میں حکم دینے والی ٹون میں واپس آتے بولی۔

"راجر میم"۔مسکراتے اس نے فون بند کیا۔

بیڈ سے ڈوپٹہ اٹھا کر ایک کندھے پر سلیقے سے سیٹ کرنے لگی۔

چاند پوری آب وتاب سے آسمان پر چمک رہا تھا۔بیر کا درخت برقی قمقموں سے رات کے پھیلے اندھیرے میں سب کچھ روشن کرنے تگودو میں لگا تھا۔

برآمدے میں لگے صوفوں پر بیٹھے سبھی محے گفتگو تھے۔وہ بھی سب میں بیٹھا اپنی سرسنلیٹی کی وجہ سے نمایا نظر آ رہا تھا۔

"ریحان مستقیم"

سفید شلوار قمیض۔۔ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی پہنے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے۔چہرے پر نرم کی مسکان سے سامنے کمران کی کسی بات پر سر ہلا رہا تھا۔

ماہ نور کی ساس بھی رفعت کے ساتھ بیٹھیں بہت خوش نظر آرہی تھیں۔
تائی اور چچی بھی اپنی مسنوئی مسکراہٹ کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہیں تھیں۔
منگنی کی اس چھوٹی سی تقریب میں گھر کے ہی لوگ بلوائے گے تھے۔

بھابھی ہماری بیٹی کو تو بلوائیں نا۔۔۔سائرہ(ماہ نور کی ساس) مسکرا کر ریحان کو دیکھا۔
جب سے رشتہ تہہ ہوا تھا تب سے ریحان آج پہلی مرتبہ ان کے گھر آیا تھا۔
ماہ نور کو اس نے آج پہلی بار لائیو دیکھنا تھا۔"نا جانے وہ جیسے تصویر میں دیکھی تھی ویسی ہی خوبصورت تھی یا۔۔۔۔۔"
جی بھابھی بس وہ آ ہی رہی ہے۔
رکیں میں دیکھتی ہوں سمیرا اپنی جگہ چھوڑتیں کھڑی ہوئی۔تو وہ راہداری سے آتی ہوئی نمودار ہوئی۔
لو آگی ہے وہ مسکراتے ہوئے بیٹھیں۔
برآمدے میں بیٹھے ہر نفوس کی نظر اس چاندنی رات میں اس چکمتی فری لائٹس میں آتی درازقد لڑکی کی جانب اٹھی تھیں۔
مسکارے سے لبریز گھنی پلکیں کبھی جھکتی تو کبھی اٹھاتی تھیں۔وہ سامنے سے مسکراتی چلتی آ رہی تھی۔

از آمد نت اگر خبر می دانستم
(اگر تمہارے آنے کی خبر مجھے ملے)

پیش قدمی کوچہ راگل می کنتم
(میں تیرے قدموں سے پہلے گلی میں پھول بچھاوں)
ریحان مستقیم اسے دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔وہ اصل میں خوبصورت تھی۔۔۔وہ تو آج چاند کو بھی مات دے رہی تھی۔۔۔لمبے سیدھے بال کمر پر پڑے تھے۔

ماہ نور مستقیم صاحب سے جھک کے پیار لے لیا۔
اب سائرہ کے گلے ملی تو ریحان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
مگر اس کی ہونے والی منگیتر بہت بے نیاز۔۔۔آہاں۔۔۔بے مروت تھی۔۔۔آنہوں شاید مغرور بھی تھی۔۔۔ایک بار بھی دیکھنا گورہ نہیں کیا۔
سائرہ ریحان کے برابر میں ہی بیٹھیں تھی۔
آؤ بیٹا یہاں بیٹھو۔۔۔
نہیں آنٹی پلیز آپ بیٹھیں میں یہاں بیٹھتی ہوں۔اس نے ان کا مسکراتے ہاتھ تھپتھپایا۔
اور ان کے ساتھ والے صوفے پر اعتماد سے اپنی جگہ سنبھالی۔
بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔خدا نظرے بد سے بچائے۔سائرہ نے محبت سے ماہ نور کا ہاتھ تھاما تھا۔
آمین۔۔۔شکریہ آنٹی۔وہ نظریں جھکاتی ہولے مسکرائی تو ہونٹ کے پاس ڈمپل نمودار ہوا۔
"ہائے اس چھوٹے سے بَھنور میں ریحان کا دل ڈوب کے ابھرا۔"
اس وقت وہ دونوں سب کی نظروں کا مرکز تھے۔

"اب جب ہماری بیٹی آ چکی ہے تو انتظار کس بات کا میرے خیال سے رسم ادا کی جائے۔" مستقیم صاحب نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

سب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"بھابھی۔۔۔" سائرہ نے رفعت کی جانب دیکھا۔

"جی بسم اللہ کریں۔۔۔" رفعت ماہ نور کے ساتھ براجمان تھیں۔

سائرہ نے انگوٹھی نکال کے ماہ نور کے ہاتھ پر پہنائی۔

تو دوسری سائیڈ رفعت نے اٹھ کر ریحان کے ہاتھ میں پہنائی۔

ماہ نور نے نظر اٹھا کے پہلی بار اسے دیکھا۔وہ پھر نظریں اسی وقت جھکا لیں۔

"وہ مسکرا کے پیار کے رہا تھا"

سبھی ایک دوسرے کے گلے لگ کے مبارک باد دے رہے تھے۔

رفعت نے ماہ نور کا ماتھا چوما اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔

ملازم میٹھائی کے آئے تو سب کا منہ میٹھا کروایا۔

تھوڑی ہی دیر میں کھانا کھل گیا تو سارے میں

کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی تھی۔سب نے خوشگوار ماحول میں ہستے کھلتے کھانا کھایا۔۔۔

ابھی ماہ نور کے سسرال والے ڈرائنگ روم میں بیٹھے رفعت کے بے حد اسرار پر ماہ نور کے ہاتھ کی چائے پی رہے تھے۔

ماہ نور کے تایا چچا لوگ کھانا کھاتے ہی معذرت کرتے ورنہ ہو گے۔وہ لوگ صرف عزت رکھنے کے لیے رسم میں شریک ہوئے تھے۔

"بھئی واقعی چائے کا تو مزہ ہی آ گیا۔"مستقیم صاحب نے چائے کا گھونٹ بھرتے تبصرہ کیا۔

"سچ کہہ رہے ہیں آپ ہماری بیٹی نے واقعی بہت اچھی چائے بنائی ہے۔"

کیوں ریحان سائرہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ماہ نور نے کی نظر بھی اس کی جانب اٹھی تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہوں۔۔۔بہت اچھی بنی ہے۔"

ماہ نور نے تھوڑا سا سر کو ہم دیتے داد وصول کی۔۔

تھوڑی کی گپ شپ کے بعد انہوں نے اجازت طلب کی ماہ نور اور رفعت انہیں باہر تک چھوڑنے آئیں۔

ریحان نے سب کے ساتھ چلتے اپنی رفتار دھیمی کی کیونکہ وہ سب سے آخری پر ہیل کی ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔

سب آگے چل رہے تھے۔وہ ماہ نور کے ساتھ تھا اب۔۔

"منگنی مبارک۔۔۔نائس ٹو میٹ یو۔"دونوں کے قدم ایک ساتھ ٹھہرے تھے۔

"ہہہ۔۔۔آپکو بھی منگنی مبارک۔۔۔نائس ٹو میٹ یو ٹو۔۔۔"نرمی سے کہتی وہ آگے بڑھ گی تھی۔

"واقعی اس کی ہر ادا نرالی تھی۔"ریحان سر جھٹک کر ہنس دیا تھا۔

اسی طرح زندگی کے ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔۔۔کون جانے آگے کیا ہونا؟، کون جانے کتنے دل جڑنے تھے، کون جانے کتنے دل ٹوٹنے تھے۔ آخر کون جانے؟؟؟

ہسپتال میں معمول کی چہل پہل جاری تھی، ڈاکٹر زویا اپنا اوورآل ڈالے، گلے میں سٹیتھو سکوپ پہنے ، چہرے پر گھومتی سنہری آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستی ، ہونٹوں پہ بہت پیاری سی مسکان سجائے، وہ خوشی سے چہکتی ہسپتال کی راہداری میں چل رہی تھی۔ابھی ابھی وہ وارڈ پر اپنی ڈیوٹی دے کر آئی تھی۔

آج زاویار اور ہادی کی نائٹ شفٹ تھی، اور زویا کی ڈے شفٹ۔

اس وقت وہ دونوں ہاتھ اپنے اوورآل کی پاکٹ میں ڈالے، چہک کے ہسپتال کا راونڈ لینے میں مصروف تھی۔

"ڈاکٹر زویا۔۔۔"زینب (نرس) نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے اسے پکارا۔

"ہاں بولو چندا۔۔۔"وہ سرشاری سے بولی۔

"کیا بات ہے آج آپ بہت خوش نظر آرہی ہیں؟" وہ اسکے چہرے پر خوشی کے اثرات دیکھتے پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

زینب۔"جب ہم چھوٹے تھے، تمہیں پتا ہے سکول میں اکثر ٹیچرز یا تو دیر سے آتے تھے یا چھٹی پر ہوتے تھے اور انکی ایک دن کی غیر حاضری پے ہم خوشی سے کھودنے لگتے تھے۔۔۔"وہ رکی تھی اسکے ساتھ ہی زینب بھی رک گئ اسنے مسکرا دیکھا۔

"بلکل ! بلکہ خوشی سے نعرے لگاتے

تھے۔۔!!"وہ تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"تو سمجھو آج میرا سب سے ناپسندیدہ ٹیچر چھٹی پر ہے۔اس لیے میں خوش ہوں،۔۔!بلکہ بہت خوش ہوں۔"وہ گہری مسکراہٹ لیے چہک کر بولی۔

"ایک منٹ کہیں آپ ڈاکٹر زاویار کی طرف تو اشارہ نہیں کر رہیں؟" زینب کچھ کچھ سمجھتے ہوئے

بولی۔

"ہاں دیکھو۔۔۔محسوس کرو۔۔۔آج ہر طرف سکون ہی سکون ہے۔۔۔"وہ آنکھیں بند کرکے کہنے لگی۔

کہیں سے بھی آواز نہیں آرہی۔۔۔کہ

ڈاکٹر زویا۔۔۔آفس میں آئے،،،ڈاکٹر زویا یہ فائلز پکڑے۔افففف ڈاکٹر زویا وقت کی پاندی کرنا سیکھیں۔۔۔!اللہ اللہ آج تو ہسپتال مانو جنت کا منظر پیش کر رہا ہے۔"

زینب زویا کی اداکاری دیکھتے اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے تھی۔

"اتنے بھی برے نہیں ہیں ڈاکٹر زاویار۔"

"ہاں نا اتنے نہیں، بہت برے ہیں۔"وہ ناپسندیدگی سے آنکھیں کھولتی انہیں گول گول گھماتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی ناں ڈاکٹر زویا۔ویسے ڈاکٹر ہادی۔۔۔ان کی طرح نہیں ہیں۔۔۔وہ بہت اچھے انسان ہیں۔"

"وہی تو، کہی سے لگتا ہی نہیں ہے ہادی،ڈاکٹر زاویار کا دوست ہے۔"زویا ہاتھ جھلاتے ہوئے بولی۔

کہاں ہادی ، جو پھر ہنس کر بات کرلیتا ہے، کہاں ڈاکٹر زوایار جن کے چہرے پر مسکان لانا دنیا کا سب سے مشکل ترین کام ہے، کیا تم نے کبھی ڈاکٹر زاویار کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔؟ ہنہہ۔

"دیکھا ہے ناں۔"زینب مسکرا کے بولی۔

"کب۔۔۔؟" زویا نے تشویش سے پوچھا۔

ڈاکٹر ہادی کے ساتھ۔۔۔میں یہاں کافی عرصے سے کام کر رہی ہوں، اور ڈاکٹر زاویار اور ڈاکٹر ہادی کی دوستی بے مثالی ہے۔

"وہ دونوں ایک دوسرے سے بے حد مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے جگری یار ہیں"وہ مسکرا کے کہتی وہاں سے چلے گئ۔

"ہنہہ جیسے مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔"میرے دوست ہیں اچھے سے جانتی ہوں۔وہ منہ بگاڑتے ہوئے بولی۔

ڈاکٹر زویا۔۔۔۔!ڈاکٹر زویا۔۔۔۔!ایک نرس بھاگتے ہوئے اسکے قریب آئی۔

"کیا ہوا؟" وہ فوراً الرٹ ہوتے ہوئے بولی۔

"وہ ایمرجینسی کیس آیا ہے۔۔۔!ماں کو ہارٹ اٹیک آیا ہے اور ساتھ پندرہ سالہ بچہ ہے، جو مسلسل روئے جا رہا ہے۔"وہ جلدی جلدی بولتے بتاتی گئ۔

"ہری اپ۔۔۔!انہیں آئی سی یو وارڈ میں شفٹ کریں میں آرہی ہوں۔"وہ اسے ہدایت دیتی وارڈ کی جانب بھاگی۔۔۔

****

تقریباً دو گھنٹوں کے بعد زویا ایمرجینسی وارڈ سے باہر نکلی، گلے میں سٹیتھوسکوپ پہنے ، ہاتھوں میں ڈاکٹرز گلوز پہنے وہ دو نرسس کے ہمراہ راہداری میں رُکی،

"زینب پیشنٹ کو ہر دو گھنٹے بعد نیند کا انجیکشن دیتی رہنا ، ہمیں انہیں چوبیس گھنٹے انڈرآبزرویشن رکھنا پڑے گا۔۔۔"

زینب اثبات میں سر ہلاتی ڈاکٹر زویا کی دی گئ ہدایات سن رہی تھی۔

"پیشنٹ کی فائل مجھے دے دو۔۔۔!"وہ وارڈ کے پاس رکھے گئے بینچ پر بیٹھے پندرہ سالہ لڑکے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

زینب نے خاموشی سے فائل زویا کے ہاتھ میں تھمادی۔۔۔اور سر کو ہلکا سا ہلاتی وہ وہاں سے چلی گئ۔۔۔

زویا ہاتھ میں فائل تھامے اس پندرہ سالہ لڑکے کے ساتھ بینچ پر بیٹھ گئ۔۔۔جو ہاتھوں میں اپنا سر دیے ، ہولے ہولے کانپ رہا تھا، وہ اپنی آواز کا گلہ گھونٹے ہوئے تھا۔۔، اپنے آس پاس کسی کی موجودگی کے احساس سے اسنے اپنا جھکا سر اٹھایا۔۔۔

۔

"کیا نام نے تمہارا؟" زویا نے بہت پیار سے اس سے پوچھا۔

"محمد موسیٰ"۔۔وہ سر جھکائے زمین پر کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے ہولے سے بولا۔

"محمد موسیٰ " بہت خوبصورت نام ہے۔۔۔۔زویا اسکے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے ایک بار پھر پیار سے بولی۔

جواب میں وہ چپ رہا۔

"اپنی امی کے بارے میں نہیں پوچھو گے؟ " اب کی بار وہ زمین پے اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولی۔یوں کے اب اس لڑکے کا چہرہ اسکے سامنے تھا۔۔"

"اسنے ہولے سے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔"

"کیوں۔۔؟ وہ تو تمہاری امی ہیں ناں؟۔۔اوپر دیکھو میری طرف۔۔!"وہ اسکا سر اوپر کرتے ہوئے بے حد نرمی سے بولی۔

وہ پندرہ سالہ بہت خوبصورت بچہ تھا، جسکی آنکھیں بادامی تھیں، جو اس وقت رونے کی وجہ سے سرخ تھیں، ہونٹ بینچیں ہوئے تھے، خود کو مزید رونے سے باز رکھا گیا تھا۔۔

"کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے۔۔"وہ بہت دھیمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔۔۔

"کس بات کا ڈر۔۔۔"زویا کا انداز بے حد نرمی لیے ہوئے تھا۔۔

"مما کو کھونے کا ڈر۔۔"وہ یہ کہتے ساتھ ہی پھوٹ پھوٹ کے رو دیا۔۔۔۔

زویا کا دل اسے اسطرح دیکھتے کٹ کے رہ گیا تھا۔۔۔

اسنے اسکی گود میں دھرے اسکے دونوں ہاتھوں پر اپنے سرخ و سپید ہاتھ رکھے۔اور ان پر اپنی گرفت مضبوط کی۔۔

۔

"ایسے نہیں روتے موسیٰ آپکی امی اب بلکل ٹھیک ہیں۔۔بس انہیں ایک دن ہسپتال میں رہنا ہو گا، پھر وہ پہلے کی طرح بلکل ٹھیک ہوجائے گیں۔۔۔، اور آپ کے ابو کہاں ہیں؟ " وہ اسے تسلی دیتے آخر میں اسکے باپ کا پوچھتے ہوئے بولی۔۔۔

"مما اور میں اکیلے رہتے ہیں۔۔بابا تو کب کے فوت ہوگئے۔۔"زویا کی نرمی کا اثر تھا جو وہ اب رونا بھول کے معصومیت سے اسے دیکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔۔۔۔

زویا کا دل اس معصوم سے بچے کو اسطرح دیکھ کے بری طرح کٹا تھا۔۔۔

"گھر میں اور کوئی بڑا نہیں ہے۔۔۔؟ "

"نہیں۔!"

"آپ سکول جاتے ہو؟"

"نہیں۔۔۔!"

"کیوں؟"

"کیونکہ مما کہتی ہیں میرے پاس موسیٰ کو پڑھانے کے لیے پیسے نہیں۔!"کتنا معصوم تھا وہ زویا اسے دیکھتے نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔۔۔

"مما ایک دن اپنے موسیٰ کو ضرور پڑھائے گیں۔، اور ابھی کے لیے موسی ایک بریو بوائے ہے، وہ اچھے بچوں کی طرح اپنی مما کے لیے دعا کرے گا۔۔، کرے گا ناں؟؟ "وہ کھڑی ہوتی اسکی طرف پیاری سی مسکان اچھالتے بے حد نرمی سے پوچھ رہی تھی۔۔!

"اسنے زور زور سے اثبات میں سرہلایا۔۔"

"That's like a good boy"

وہ پیار سے اسکے سلکی براون بال بگاڑتے ہوئے بولی۔۔۔۔

اور ایک سوچتی نگاہ اس بچے پر ڈالتے وہ ہسپتال کے ریسپشن کی جانب بڑھی۔۔۔!

"یہ فائل ہے ، فارمیسی سے یہ ساری دوائیاں خرید کے لاو۔۔"اسنے اپنے پرس میں سے چند پیسے نکال کے ہسپتال کے ایک ورکر کو تھمائے۔۔۔

وہ اثبات میں سر ہلاتا اسکے ہاتھ سے فائل اور پیسے لیے چلا گیا۔۔۔

"راہداری کے کونے میں کھڑے اس پندرہ سالہ بچے کی آنکھیں یہ دیکھتے ہوئے نم ہوئی تھیں۔۔۔"

"زویا ایک نان سیریس لڑکی تھی ، لیکن جب بات اسکے فرض ، اسکی ڈیوٹی پر آتی تھی ، تو وہ اپنی ڈیوٹی کے لئے دن رات ایک کردیتی تھی، وہ ایک بے حد رحم دل ڈاکٹر تھی۔۔۔"

آدھے گھنٹے کے بعد اپنے ہاتھ میں دوائیوں کا شاپر تھامے وہ واپس اسکے پاس ہی بینچ پر بیٹھ گئ۔۔۔!

"موسیٰ یہ کچھ میڈیسنز ہیں، جب آپکی امی ڈسچارج ہوجائیں گیں تو یہ باقاعدگی سے اُنہیں کھلانی ہیں ، یہ اب آپکی ذمہداری ہے۔۔۔"وہ اسکے ہاتھ میں دوائیوں کا شاپر رکھتے ہوئے بولی۔۔

"یہ سب آپ نے کیا ہے ناں۔۔، میں آپ کو پیسے واپس کردوں گا۔۔۔"وہ دوائیوں کا شاپر تھامے نم آنکھوں سے اس رحم دل ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

اوہو۔۔۔۔!رونا نہیں۔۔۔۔وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اسکے آنسوؤں صاف کرنے لگی، اور میں نے کچھ نہیں کیا موسیٰ بس سمجھو میں کبھی تم سے ملی ہی نہیں تھی،۔۔۔وہ اسکے بال ماتھے سے پیچھے کرتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"لیکن۔۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں اچھے بچے بحث نہیں کرتے۔۔۔۔!"

اب کی بار وہ خاموش ہوگیا۔۔۔

"چلو آو کچھ کھاتے ہیں۔۔۔تم بھی پچھلے تین چار گھنٹوں سے بھوکے ہو ، اور افف مجھے بھی شدید قسم کی بھوک لگ رہی ہے۔۔۔"وہ ڈرامائی انداز میں اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔۔

وہ بچہ پہلی بار دل سے مسکرایا تھا۔۔۔اسے یہ رحم دل ڈاکٹر بہت اچھی لگی تھی۔۔۔وہ بھی حامی بھرتے ہوئے اسکے ساتھ کیفے کی جانب چل دیا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ موسیٰ کے ساتھ کیفے میں بیٹھی، برگر اور کوک کے ساتھ لطف اندوز ہورہی تھی، وہ اپنی عادت کے مطابق اسکے ساتھ کھکھلا کر ہنس رہی تھی، اور اسکے ساتھ وہ بچہ بھی کوک کا کین منہ کو لگاتے ہوئے اسے مسکراتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔

ہسپتال کا کیفے پارکنگ ایریا کے بلکل دائیں جانب واقع تھا۔۔ڈاکٹرز یا مریض آسانی سے اپنی کار پارک کرتے ، وہاں سے اپنی ضرورت کے مطابق کھانے پینے کی اشیا خرید سکتے تھے، کیفے سے تھوڑی ہی دور ایک کار پارک ہوئی تھی۔۔۔ چند ہی سیکنڈ بعد فرنٹ سیٹ کے دونوں دروازے ایک ساتھ کھلے ، اور ایک ساتھ بند ہوئے۔

ہادی نے بلیک جینز اور پینٹ کے اوپر وائٹ اوورآل پہن رکھا تھا، کالے بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، ذہانت سے چمکتی ہیزل براؤن آنکھیں ، بائیں ہاتھ میں بیش قیمتی گھڑی پہنے ہوئے ، اسکی دلکش پرسنیلٹی پر لڑکیوں کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

جبکہ زاویار نے ریڈ ٹی شرٹ ، بلیو جینز کے اوپر اوورآل پہن رکھا تھا، دائیں ہاتھ میں ایپل کی بیش قیمتی گھڑی پہنے ، بالوں کو نفاست سے ایک طرف سیٹ کیے ، وہ بلکل فریش دکھائی دے رہا تھا، وہ دونوں ایک ساتھ دو چاند کی مانند تھے، اگر وہ دونوں ایک ساتھ کہی گھومنے جاتے تو اکثر ہادی زاویار کو یہ کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔۔۔

"یار زاوی میرے سامنے تیری پرسنیلٹی پیکھی پڑ جاتی ہے، تو ایک کام کر سات پردوں میں بیٹھا کر تیرا حسن دیکھنے کے قابل ہی کہا ہے۔۔۔"جس پر زاویار مسکرا کر اسے کہا کرتا۔۔۔

" ہادی ابراھیم سیدھا سیدھا کہہ دے کہ میرے یار تو گھر رہا کر تیرے حسن کو کہی نظر ہی ناں لگ جائے۔۔۔"جس پر ہادی کا منہ کا کھلا کا کھلا رہ جاتا، وہ بھی زاویار تھا اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمقدم ہسپتال کی طرف بڑھنے لگے، زاویار نے اپنی جینز کی پاکٹ سے اپنا موبائل نکالا اور وہ ہادی کے ہمراہ مین اینٹرنس پر موجود سیڑھیوں پر پہلا قدم رکھنے ہی والا تھا ، جب اسنے اپنی نظر موبائل سے ہٹا کے اپنے دائیں جانب چلتے ہادی پر ڈالنی چاہی ، مگر اسکی بجائے اسکی نظر ایک ٹیبل پر بیٹھی کھکھلا کر ہنستی ہوئی زویا پر پڑی، اور یہی اسکے چلتے قدم تھمے تھے، ماتھے پر ان گنت

بلوں کا اضافع ہوا، ہاتھ میں تھامے موبائل فون پر گرفت مضبوط ہوئی، ہونٹ بھینچے،وہ شدید ناگواری سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

"زاویار تو رک کیوں۔۔۔۔"ہادی اسے اپنے ساتھ نہ پاہ کر مڑتے ہوئے بولا۔۔جب اسکی نظر غصے سے سرخ چہرہ لیے زاویار پر پڑی تو اسکی چلتی زبان کو بریک لگی، اسنے اسکی نظروں کے زاویے کی طرف اپنی نظریں مرکوز کی۔۔۔اور زویا کو اسطرح اپنی ڈیوٹی کے ٹائم یہاں دیکھ کے اسکا ہاتھ بے اختیار اپنے بالوں کو گیا۔۔

'زاوی میری۔۔۔۔"

"! Unbelievable!!!!!! This is unbelievable"

وہ اپنی غصے سے لال انگارہ ہوتی آنکھیں زویا پر مرکوز کیے ، غصے سے سر دائیں بائیں ہلاتے ہادی کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔۔۔

"ہادی ابراھیم اگر یہ اگلے پانچ منٹ میں مجھے میرے آفس میں نا ملی تو ،آپ بھی انکے ساتھ گھر تشریف لے جاسکتے ہیں۔۔۔۔"

وہ بے حد غصے سے اسے حکم سناتا تیزی سے دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہسپتال کے داخلی دروازے کے اندر گھم ہوگیا۔۔۔

"یہ مجھے کس خوشی میں بیچ میں گھسیٹ رہا ہے ، "وہ اسکی آخری بات پر قدرے برا منا کر بڑبڑایا ۔۔۔پھر ایک نظر دور ٹیبل پے اس پندرہ سالہ بچے کے ساتھ بیٹھی ڈاکٹر زویا پر ڈالتے ، اسنے اپنا سر نفی میں دائیں بائیں ہلایا۔۔

" ڈاکٹر زویا فیصل اللہ آپکا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔"ہادی اپنے دونوں ہاتھ دعا کی صورت میں بلند کرتے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔"

"مس زویا فیصل"

ہادی کی آواز پر کوک پیتی زویا کو زبردست قسم کا اچھوکا لگا تھا۔۔۔"

ڈاکٹر ہادی آپ،،،،،، میرا مطلب آپ اتنی جلدی ابھی تو آپکی ڈیوٹی کا ٹائم بھی نہیں ہوا۔۔۔"وہ جلدی سے اپنی کھانسی کو کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔۔۔

موسیٰ حیرت سے زویا کو یوں گھبراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔

"نہیں نہیں مس زویا۔۔۔کھائیے کھائیے ، ساتھ کوک بھی پیجیے، پھر بھی پیٹ نا بھرے تو میرے ساتھ تشریف لائیں باقی کی آپکی خاطر داری ڈاکٹر زاویار اپنے آفس میں کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"وہ بظاہر مسکرا کر اس پے گہرا طنز کرتے ہوئے بولا۔۔۔

زاویار کا نام سنتے ہی زویا کے چھہرے کا رنگ اڑا۔۔۔۔

موسی حیرت سے باری باری دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

"کیا ڈاکٹر زاویار بھی آچکے ہیں؟؟؟؟"زویا اپنے ماتھے کو چھوتی پریشانی سے بولی۔۔۔

"بلکل زاویار صاحب میرے ساتھ ہی تشریف لاچکے تھے، اور الحمداللہ وہ آپکو اسطرح ڈیوٹی کے اوقات میں کیفے میں بھی دیکھ چکے ہیں اور مجھ پر بھی کسی ایٹم بمب کی طرح برس چکے

ہیں۔۔۔ساتھ ہی حکم نامہ بھی جاری ہوا ہے کہ "ہادی ابراھیم اگر یہ اگلے پانچ منٹ میں مجھے میرے آفس میں نا ملی تو ،آپ بھی انکے ساتھ گھر تشریف لے جاسکتے ہیں۔۔۔۔"

"یعنی کہ آپ کے ساتھ میری بھی چھٹی مفت۔۔۔۔۔"ہادی جل بن کے ایک ہی سانس میں بولتا گیا۔۔۔

جیسے جیسے وہ ہادی کی بات سنتی گئ ، اسکے چہرے پر کئ رنگ آجارہے تھے۔۔۔

"ایک بار پھر ڈاکٹر زاویار۔۔۔نہیں اللہ پلیز دوبارہ نہیں۔۔۔"زویا نے مسکین سی شکل بنا کے آسمان کی طرف دیکھتے دل ہی دل میں دعا کی۔۔

۔

"اللہ سے غیبی مدد کسی اور آوقات میں مانگ لیجیے گا، فلحال اندر لگی عدالت میں جا کے اپنی پیشی دیں۔۔۔"ہادی اسے یوں کھڑے دیکھ کر اپنے لبوں کے کونے پر ابھرتی مسکراہٹ روک کے بولا۔۔۔۔

"ہادی۔۔۔آج تو سزائے موت کے قوی امکانات ہوں گے۔۔۔"وہ اپنی آنکھیں جھپکتے مسکینت سے بولی۔۔

"ایک سو ایک پرسنٹ ، اب چلیں۔۔۔؟ "وہ اسکی بات پر مسکرایا تھا،،بلکہ اندر سے اسے ڈر بھی تھا۔۔۔، زاویار کے ری ایکشن کا۔۔۔"

زویا نے مسکین سی شکل بنا کر ہلکا سا سر کو خم دیا۔۔، پھر وہ موسی کی طرف مڑی۔۔۔

"موسی آپ اندر اپنی امی کے پاس جائیں ، اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو فوراً مجھے انفارم کریں۔۔۔"وہ اسے نرمی سے کہتے ہوئے ہادی کی طرف مڑی۔۔۔

موسیٰ خاموشی سے اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

"یہ بچہ کون ہے زویا ؟ اور تم اسکے ساتھ یہاں کیا کر رہی تھی؟ زاویار بہت غصے میں ہے ہینڈل کرلینا۔۔۔، "وہ اسکے ہمقدم ہسپتال کی اندرونی راہداری میں چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"انکا جب دل چاہتا تھا وہ آپ سے تم پے آجایا کرتے تھے "

"لمبی کہانی ہے، پیشی کے بعد سناوں گی، "وہ زاویار کے آفس کے باہر کھڑی ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔۔۔

اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ ڈینجر زون (Danger zone)میں داخل ہوگئے۔۔۔

اندر وہ اپنی راکنگ چیئر پر بیٹھا، اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی بنائے منہ کے پاس رکھے ، اپنی بائیں ٹانگ مسلسل ہلاتے اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کررہا تھا۔۔۔

زویا کا نان سیریس بی ہیویر دیکھتے اسکا بس نہیں چل رہا تھا، وہ کیا کر گزرے۔۔۔۔!

"ڈاکٹر زاویار۔۔۔!"اسے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی۔۔۔لیکن وہ ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھے اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی تگ و دید میں تھا۔

"دیکھیں سر۔۔۔!"اب کے زویا دروازے کے ساتھ کھڑی اپنی انگلیوں کو مڑوڑتے ہوئے پریشانی سے بولی۔
ہادی خاموشی سے ایک کونے میں رکھی چیئر پر جاکے بیٹھ چکا تھا۔۔اسنے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت جانی تھی۔

"زاویار سر۔۔۔!"اب کے زویا نے تیسری بار اسے پکارنا چاہا۔

(عموماً وہ ہسپتال میں زاویار کو ڈاکٹر کہہ کر بلایا کرتی تھی، مگر جب وہ شدید غصے میں ہوتا تو وہ اسے سر کہہ کر ہی پکارا کرتی تھی۔)

"مس زویا ، وہاں کیوں کھڑی ہیں، ادھر آکر بیٹھیں۔"وہ جو زاویار کے چیخنے چلانے کی منتظر تھی ، اسکے اتنے نرمی بھرے لہجے پر اسکا منہ وا ہوا تھا۔۔

وہ اپنے ہاتھ سے اپنے آفس ٹیبل کے آگے رکھی چئیر پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔

"گھبرا کیوں رہی ہیں۔۔۔، آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا، پلیز آئے بیٹھیں۔۔"وہ اسے اسی پوزیشن میں کھڑا دیکھ کے ایک بار پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

دوسری طرف ہادی ابراھیم کا بھی اتنی نرمی بھرے لہجے پر زویا کی طرح منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔۔

"ج۔۔۔جی سر" وہ بمشکل خود کو کمپوز کرتی اسکے سامنے چئیر پر بیٹھ گئ۔

اب کے وہ دونوں ایک دوسرے کے بلکل آمنے سامنے تھے، درمیان میں بس ایک ٹیبل حائل تھا۔۔۔۔

"آج شاید اسکا نظروں ہی نظروں میں مجھے بھسم کرنے کا اردہ ہے ،"زویا خود پر مسلسل اسکی تیز نظریں محسوس کرتے ہوئے منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

"آہ آپ کافی تھک گئ ہونگیں ،آخر آپ پچھلے چھ گھنٹوں سے مسلسل اپنی ڈیوٹی پر ہیں ، بتائیں چائے یا کافی؟ کیا لیں گیں آپ؟ "وہ اس پر گہرا طنز کرتے ہوئے انٹرکام اٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔۔

"زاویار سر میری بات سنیں۔۔۔۔میں ایک بچے کی مد۔۔۔۔"زویا اپنی صفائی میں کچھ کہنے ہی لگی تھی ، جب وہ تیزی سے اسکی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"زویا مجھے جھوٹے بہانوں سے سخت نفرت ہے " وہ آگے ہوکے بیٹھتا بے لچک آواز میں تیزی سے بولتا اسکا منہ بند کر چکا تھا۔

"زاوی آرام سے بات کر۔۔"ہادی اسکی ٹون پر اسے جھڑکتے ہوئے بولا۔۔۔

"کیسی ٹون ہادی ؟ آخر کس ٹون میں ، میں ان سے بات کروں ؟، جب دیکھو نان سیریس ایٹیٹیوڈ ، انہوں نے اپنی ڈیوٹی کو مذاق سمجھ کے رکھا ہے، ناں یہ خود کے ساتھ وفادرا ہیں نا یہ ہسپتال کے ساتھ وفادار ہیں نا یہ مریضوں کے ساتھ وفادار ہیں۔۔۔، یہ یہاں صرف کیفے میں بیٹھ کے گپے ہانکنے آتی ہیں۔۔۔"وہ اتنی اونچی آواز میں غصے سے ہادی اور زویا کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا کہ زویا کی آنکھوں کے کنارے ایک ننھا سا موتی نمودار ہوا۔

"زاوی۔۔۔"

"بسسس!!!!!! "اس سے پہلے ہادی زاویار کو کوئی سخت سناتا زویا فوراً سے اسکی بات کاٹتے ہوئے بولی۔اپنی کرسی کو پیچھے گھسیٹتے اپنا اوورآل اتارے اسنے آفس ٹیبل پر رکھا۔۔۔!

"زاویار احمد ضروری نہیں ہر بار جو دیکھا جائے وہی سچ ہو بنا تصدیق کے بہتان بہت مہنگا پڑے گا آپکو۔۔۔، اور یہ رہا میرا اوورآل ، جو اس ڈیوٹی کے لائق ہے آپ یہ اسی کو تھمائیے۔۔۔!اور آج کے بعد میری Loyalty پر کبھی بھی انگلی مت اٹھایئے گا، میں اپنی جاب ، اپنے پیشن کے بارے میں آپ سے بھی زیادہ sincere, اور loyal ہوں۔۔۔۔"وہ اسکے عین سامنے کھڑی اپنی آنکھوں کا بھیگا گوشہ اپنی انگلی کی مدد سے صاف کرتے ہوئے پورے اعتماد سے بولی۔۔

آپ کا بچپنا کب جائے گا زویا؟؟؟؟؟ آپ پھر سے اپنی جاب چھوڑ رہی ہیں؟؟؟ وہ دانت پیس کے اسکے اوورآل کو اپنے ٹیبل پر یونہی پڑے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا بچپنا! ؟ ڈاکٹر زاویار؟ آپ کب چیزوں کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنا اور سمجھنا شروع کریں گے، اور کس نے کہا میں جاب چھوڑ رہی ہوں،میں بس آپکو یہ کہہ رہی ہو جو اس قابل ہو آپ یہ اوورآل یہ ڈیوٹی اسی کو تھمائے۔۔۔، میں ڈاکٹر ہادی کے ساتھ کام کروں گی، آج کے بعد میرے باس وہ ہیں، آپ نہیں۔۔۔۔!"وہ اپنی ایک ایک بات پر زور دیتے آفس سے نکل گئ۔۔۔

جبکہ ہادی۔۔۔۔، وہ تو دنگ کھڑا تھا،

"میں اور باس ، یعنی میں جو خود ایک باس کے انڈر ، میرا مطلب زاوی تیرے انڈر کام کرتا ہوں ، یہ میرے انڈر کرے گی؟ "

ہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔پہلے تو وہ قہقہہ مار کے ہنسا تھا۔۔۔، پھر اسکی شکل رونے والی ہوئی ، پھر وہ وہی آفس ٹیبل پر سر گرائے اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔۔۔۔جب اسے اللہ نے یہ دو نمونے دیے تھے۔

"اٹھو تم فوراً میرے آفس سے نکلتے بنو۔۔!"وہ واپس اپنی آفس چئیر سمبھالتے ہوئے بولا۔۔۔

اسنے جھٹکے سے سر اٹھا کے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔۔

"میرے سامنے یہ حربے نہیں چلنے گے ،اپنی ڈیوٹی پر جاو ، اٹھو شاباش ،۔۔۔۔!"وہ اسکی اداکاری پر اسے ہری جھنڈی دکھاتے ہوئے باہر کا راستہ دکھا رہا تھا۔

" زویا ٹھیک ہی کہتی ہے واقعی ہی تو بہت بے مروت انسان ہے۔"ہادی کرسی سے اٹھتے ہوئے اس پر طنز کرتے ہوئے بولا۔

"شکریہ۔۔۔۔"اسنے ہاتھ جھلا کر اپنی توجہ لیپ ٹاپ کی جانب مبذول کی۔

ہادی اپنی ہیزل براون آنکھوں کو گھماتے ہوئے اس ڈھیٹ ، بے مروت انسان کو گھور کر رہ گیا۔۔۔پھر تن فن کرتا اسکے آفس سے نکل گیا۔۔۔۔!

ان سب کا معمول کا تھا، وہ یونہی ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے تھے، لیکن اتنا ہی ایک دوسرے کے نزدیک تھے،

"زاویار پروفیشنل اور پرسنل زندگی کو بیلنس رکھ کے چلنے والا مرد تھا۔۔ اسکے نزدیک کام کے دوران دوستی کی کوئی اہمیت نہیں تھی، ہسپتال کے اندر وہ زویا کا باس تھا، اسکی غلطیوں پر اسے سدھارتا تھا، لیکن ہسپتال کے باہر وہ تینوں دوست تھے۔، اب بھی یہ لڑائی صرف ہسپتال تک محدود رہنے والی تھی۔۔۔۔۔

"لیکن چند گھنٹوں بعد زینب زاویار کو سارے معمالے سے آگاہ کر چکی تھی، کے کیسے زویا نے آج ایک بہت اہم ایمرجینسی کیس پوری زمہدادی کے ساتھ اکیلے سمبھالا تھا۔۔، جس ہر زاویار کو اپنے رویے پر افسوس ضرور ہوا تھا لیکن پچھتاوے کا دور دور تک کوئی اثار نہیں تھا۔، غلطی تو تھی اسکی وہ کیوں ڈیوٹی کے وقت کیفے میں بیٹھی گپے ہانگ رہی تھیں۔۔۔اسنے یہ کہتے اپنے دل کو تسلی دی ، اور دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔۔۔۔"

(زاویار جتنا ہادی اور زویا کو غیر زمہدار سمجھتا تھا ، اتنے وہ تھے نہیں، ہادی کو تو وہ جانتا تھا، لیکن زویا ہر بار ضرور کچھ نا کچھ ایسا بلنڈر کرجاتی تھی جس سے وہ اسے ایک غیر زمہدار لڑکی تصور کرنے لگ جاتا۔)

****

سرمئ ریسٹورینٹ اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔سامنے روڈ پر گاڑیاں دوڑ رہیں تھیں۔

سلور مرسڈیز ریسٹورینٹ کے سامنے رکی۔ڈرائیور نے باہر نکالتے گاڑی کا پیچھلا دروازہ کھولا تو سمیرا نے پتھریلی روش پر پاؤں رکھا۔ڈرائیور مؤدب سا سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔

وہ سیدھ میں چلتے ہوئے ریسٹورینٹ میں داخل ہوئیں۔بازو پر قیمتی پرس ڈالے،چہرے پر مغرور سے تاثرات لیے وہ زینے پھلانگتی اوپری منزل پر آ گئیں۔

آس پاس ایک سرسری سی نظر دہرائی تو وہ سامنے ہی کونے والے ٹیبل پر بیٹھا موبائل پر جھکا ہوا تھا۔

ان کے قدم اس کے پاس جا کے ٹھہرے۔موبائل پر جھکی نگاہوں نے پاؤں سے چہرے تک کا سفر سیکنڈز میں تہہ کیا وہ کرسی چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔

سمیرا ہلکا سے مسکراتے اسے دیکھ رہیں تھیں۔

"پلیز۔۔۔"کرسی کی جانب اشارہ کرتے اس نے بیٹھنے کا کہا۔

"کیا لیں گی۔؟" اس نے ویٹر کو ایک انگلی سے اپنی جانب بلاتے ہو پوچھا۔

"بربادی کی خبر" ٹیبل پر دونوں بازوں رکھے وہ تھوڑا سا آگے کو ہوتے سرگوشی نما انداز میں بولیں تو سامنے والے کے ہونٹوں پر سیکنڈز میں مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

وزیٹر ہاتھ میں ایک قلم اور پیڈ تھامے آ چکا تھا۔"دو پیناکلاڈو لے آو۔"آرڈر نوٹ کروانے کے بعد اس نے سمیرا کی جانب نگاہیں پھیریں۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے۔۔۔ابھی تو کھیل کی شروعات ہوئی ہے۔"اس کے کہنے کی دیر تھی فضا میں ایک ساتھ دو قہقہے بلند ہوئے۔

کب تک۔۔۔۔۔

وہ ان کی بات کاٹتے بولا تھا۔

"بہت مغرور ہے وہ۔

عام لڑکی تو بالکل بھی نہیں ہے۔

خوبصورت ہے وہ۔۔۔نہیں بلکے بہت خوبصورت ہے۔

آنکھیں اداس ہے اُسکی۔۔۔بلکے نہیں شاید اداسی ہے اُسکی آنکھوں میں۔

بہت ٹف زندگی گزاری ہے اس نے۔۔۔لیکن مجھے جو لگتا وہ یہ ہے کہ زندگی نے بہت ٹف ٹائم دیا اسے۔۔

یا یہ کہنا بہتر رہے گا مجھے،اپنوں نے ہاتھ تھامنے کے وقت ہاتھ چھڑا لیا تھا۔

وہ جنہیں اپنا کہتی ہو گئ ماضی میں،اصل میں تو وہی اپنے نا تھا۔۔۔تین سال پہلے اندازہ ہوا اسے۔"

سمیرا نے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارا تھا اور اپنی سرخ ہوتی آنکھیں مقابل کی آنکھوں میں گھاڑ ہی تھیں۔

"ریحان مستقیم۔۔۔۔آج"۔۔۔۔سمیرا اپنی شہادت کی انگلی اٹھاتے وارن کرنے کے سے انداز میں بولیں تھی۔"آج پہلی اور آخری مرتبہ میں نے تمہاری اتنی بکواس سن لی ہے۔آئندہ صرف میں بولوں گی تم سنو گے"

اس وقت وہ ضبط کی آخری انتہاؤں پر تھیں۔گہرا سانس لے کر ان نے خود کو نارمل کرنا چاہا۔

"نوکر نہیں ہو میں آپ کا،،،، آپ کے بیٹے کے ساتھ دوستی نبھانے کے لیے آپ کا ساتھ دے رہا ہوں۔ورنہ۔۔۔۔کچھ بولتے بولتے رکا۔دانتوں کو آپس میں پیوست کیا پھر چند سیکنڈز بعد بولا۔

"آئندہ اس ٹون میں مجھ سے بات مت کیجیئے گا۔"کرسی دھکیلتے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو سمیرا بھی ہوش میں آتے ہی پیچھے لپکیں وہ غلطی کر چکیں تھیں ابھی اسے سدھارنا تھا اففففف۔۔۔!!!

"ریحان۔۔۔۔"اس کو پیچھے سے آواز دیتے ساتھ ہی پرس میں ہاتھ ڈالتے ان نے چند نوٹ نکال کر ایک ویٹر کے ہاتھ میں دیئے۔

میم یہ زیادہ ہیں اتنا بیل نہیں ہے آپ کا۔وہ نوٹوں کو دیکھتے ساکت کھڑا رہ گیا۔

وہ زینے پھلانگتی ہوئی ریحان کے پیچھے لپکی تھیں۔ریسٹورینٹ سے باہر نکلتے ان نے ریحان کو جا لیا۔

"ریحان۔۔۔دیکھو تم کب سے اس کی طرفداری اور ہماری بےعزتی کرتے جا رہے تھے۔"وہ پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان گہرے سانس لیتے ہوئے کہہ رہیں تھی۔

"آپ کو اپنے مطلب سے غرض ہے نا،، آپ کا کام ہو جائے گا۔اب آپ میرے راستے میں مت آئیں"۔۔۔سخت لہجے میں کہتے ہی وہ سائیڈ سے ہو کر نکل گیا۔

ویٹر ہوش میں آتے ہی ریسٹورینٹ سے باہر لپکا تھا لیکن اس کو دیر ہو چکی تھی۔دونوں گاڑیاں موڑ مڑ گئی تھیں۔

____

میوزک گاڑی میں گھونج رہا تھا۔وہ سیدھ میں دیکھتا گانے کے بولوں پر ہلکی آواز میں گنگناتا ڈرائیو کر رہا تھا۔

ڈیش بورڈ پر پڑا موبائل تیسری مرتبہ بج رہا تھا۔جب وہ بند ہوا تو اس کی نظر پڑی، اوپر نام دیکھ کر اس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

کال دوبار سے آنے لگی تھی۔اس نے گانا بند کر کے کال اٹھا کے فون کان سے لگایا۔موڑ مرتے اپنے علاقے میں داخل ہوا۔

"ممی سے کیا بات ہوئی ہے تمہاری۔"فون سے ایک بے چین سے آواز گونجی تھی۔

"تو تمہاری ممی نے یہ اگر یہ بتایا کہ بات ہوئی ہے ہماری، تو یہ بھی بتایا ہو گا کہ کیا بات ہوئی ہے۔۔۔اس لیے جو کہنے کے لیے فون کیا وہ کہو۔"نا چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہوا تھا۔

فون کے دوسری پار شخص کنگ تھا۔"اس کے لہجے پر کنگ تھا" جب کچھ دیر گزرنے کے بعد آواز نہ آئی تو ریحان نے کان سے فون ہٹا کر دیکھا اور پھر واپس لگاتے "ہیلو" بول کہ اپنی جانب متوجہ کیا۔

"دیکھ یار میں تیری ممی سے بتمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ مجھے کسی ہائیر کیے ہوئے بندے کی طرح ٹریٹ کر رہیں تھیں۔"گاڑی کو ایک بنگالے کے سامنے روکتے بولا۔

"تم کیوں اس کی طرف داری کر رہے تھے؟؟ ممی کہہ رہی تھی تم ایسے بات کر رہے تھے۔جیسے تم ان کی مدد نہیں بلکہ ماہ نور کی مدد کرنے کے لیے،اس کے غم مٹانے کے لیے، اس کو سہارا دینے کے لیے بے تاب ہو۔۔۔۔۔۔

ہاہاہاہاہاہا ہاہاہاہا گاڑی کے سٹیرنگ پر جھکتے وہ ہنسے ہوئے دوہرا ہو رہا تھا۔یارررررر۔۔۔۔۔(ہاہاہاہا)

"ریحان اسٹاپ اٹ یار میں سیریس ہوں۔"فون کے پار سے سنجیدہ مردانہ آواز آئی تھی۔

"اوکے اوکے۔"ریحان نے ایک ہاتھ بلند کرتے خود کو مزید ہنسنے سے باز رکھا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکل کر بونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔
میں تمہارے گھر والوں کا اب تک ساتھ دیا ہے نا ریحان نے تصدیق چاہی۔

ہاں۔۔۔

تو اویس تمہیں مجھ پہ اور ہماری دوستی پر عتبار ہے نا تمہیں۔

افکورس یار۔۔۔

اب تک سب کچھ آپ لوگوں کی مرضی سے کیا ہے نا میں نے؟

"سو تو ہے۔۔۔لیکن یہ سب یاد کروانے کا مقصد، کیا چل رہا تمہارے دماغ میں؟؟؟" اویس نے الجھ کر کہا۔

میں بتا رہا ہوں۔۔اب سنو،، تمہاری ممی اور بابا کے ساتھ میری ڈیل ہوئی تھی اور ان نے مجھے بتایا تھا کہ گھر میں سے جب ماہ نور کو نکالا گیا تب آدھے سے بھی کم حصہ دے کے نکالا گیا تھا۔لیکن اب جلد ہی وہ اپنا حصہ لینے کے لیے آپ کی جانب واپس لوٹے گی۔تمہاری ممی کا پلین تھا کہ ہم خود ہی واپس جائیں گے اور ان کے اوپر اچھے رشتے والا احسان کریں گے۔۔اور بزنس میں شیرز والا حصہ آنٹی کو راضی کر کے ہتھیا لیں گے۔

"دیکھو یہ سب مجھے پتا، تم کیا چاہتے ہو یہ بتاؤ۔"اویس کا بس چلتا تو اب تک ریحان جا سر پھرا چکا ہوتا۔(کب سے وہ بات کو کھینچتا جا رہا تھا)

دیکھو اویس ہماری دوستی کے لیے میں نے یہ قربانی دی ہے کہ میں اِس چیپ کام میں تم لوگوں کے ساتھ ملوث ہوا ہوں۔

اب میں چاہتا ہوں تم بھی میرے لیے کچھ کرو۔ریحان وقفہ لیا۔

"یہ تمہاری کچھ کرنے سے کیا مراد ہے یہ بھی بتا دو۔"اویس تیز آواز میں بولا تھا۔
"میں ماہ نور سے شادی کروں گا اور اس کے بعد سب اسے اپنے سامنے بیٹھا کر بتاؤ گا۔اس کو مزید تھوڑںا چاہتا ہوں۔چلو مانا اس نے ریحان مستقیم کو پہلے کسی کھاتے میں نہیں لیا۔اب میری منگیتر

ہونے کے بعد بھی وہ بے نیاز ہے۔دیکھو اتنا تو حق بنتا ہے نا میرا۔"کندھے اچکاتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی۔

ریحان وہ تمہاری اصلیت جاننے کے بعد ہی ٹوٹ جائے گی۔۔۔"تمہارے اس کے گھر نکلی ماں بات کو لے کر جانا، دھوکہ دینا، ممی کا غلط جگہ رشتہ کروانا، چچی اور وہ تو ویسے ہی ٹوٹ جائیں گے اور میری ممی پراپرٹی پہلے ہی اپنے نام کروا چکی ہوں گی۔تمہیں اس سے نکاح بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اویس اسے سمجھاتے ہوئے ہلکان ہو رہا تھا۔

"نہیں میں اس سے شادی کروں گا اور سارے حساب لینے کے بعد اسے چھوڑ دوں گا۔اپنی ممی کو بتا دینا ان کو اپنی پراپرٹی سے عرض ہے نا وہ مل جائے گی۔باقی کا سب میں خود ہینڈل کروں گا"۔اپنی کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر ہارن بجا کے گارڈ کو متوجہ کیا۔وہ دروازہ کھلا تو وسیع وعریض بنگلے میں گاڑی داخل ہو گئی۔

یہاں سبھی زمینی خدا بنے بیٹھے تھے۔یہ جانتے بوجھتے کہ "خدا ایک ہی ہے"۔اس کے کھیل نرالے ہیں۔وہ جب تک کن نہیں کہے گا ایک زرا بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔۔۔

"ہماری زندگی میں آنے والا کوئی بھی شخص نا تو ہمارے نصیب کے لکھے گئے مں ردوبدل کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ ہمارے لکھے گئے نصیب کو جان سکتا ہے"

کون جانے قدرت ان کے کھیل کو کس جانب موڑنے والی تھی۔۔۔لیکن کون جانے؟؟؟کون جانے کس کا کب بلاوا آنے والا تھا، لیکن کون جانے؟؟؟

آج سے دو تین ہفتے پہلے ابان نے اپنے نئے مینجر سے اخبار میں سیکٹری کی جاب کا اشتہار چلوایا تھا۔۔۔۔۔۔اسی سلسلے میں ماہ نور ایک ہفتے پہلے جاب انٹرویو کے لیے ابان کے آفس گئ تھی۔۔۔۔وہ اس سے پہلے بھی دو تین جگہوں پر جاب کا انٹرویو دے کر آئی تھی۔۔

ایک ہفتے پہلے کی صبح:

لاہور کی تندہوں تاریخ گلیوں میں سورج کی روشنی چھن چھن کے آ رہی تھی۔
بیر کے درخت والے گھر سے بھی انڈے چائے اور پراٹھے کی مہک پھیلی تھی۔

وہ تیار سی ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی تھی۔پاس کی ایک فائل میں چند کاغذات کے ساتھ ایک پرس بھی پڑا تھا۔
فون پر نظر دہراتے وہ چائے کے گھونٹ بھی بھر رہی تھی۔

"اماں اب مجھے نکلنا ہو گا۔یہ نہ ہو بس نکل جائے تو پھر مجھے ٹیکسی تین بار لینی پڑے گی۔"ساتھ ہی میز پر سے اپنی چیزیں سمیٹنے میں لگی تھی۔

گہرے جامنی رنگ کی قمیض ، کالے رنگ کی اسٹریٹ کیپری اور کالے کی رنگ کا دوپٹہ کندھے پر ڈالے، لمبے سیدھے بالوں کو ہلکے کیچر میں مقید کیے ہوئے تھی۔

"ڈھنگ سے ناشتا تو کرو نا۔"رفعت کرسی کھینچ کر بیٹھیں۔

"نہیں بس بہت ہو گیا" ہاتھوں میں فائل اور موبائل پکڑتے وہ کھڑی ہوئی۔

"اچھا دھیان سے فی امان اللہ۔"

"فی امان اللہ اماں پریشان نہیں ہونا اگر لیٹ ہو گی دو تین جگہ جانا" رفعت کو کندھے سے ساتھ لگاتے بولی۔اور اپنی نئی منزل کی جانب روانہ ہو گئ۔

"اللہ میری ماہ نور کی حفاظت کرنا اور آج وہ جس مقصد کے لیے گئ ہے اسے کامیاب کرنا آمین۔" آسمان کی جانب دیکھتے رفعت نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

اس وقت دوپہر کے ساڑھے چار بج رہے تھے۔اتنی خواری کے بعد تیسری جگہ پر انٹرویو دینے جا رہی تھی۔

ٹیکسی سڑک پر رواںدواں تھی۔ہر کوئی بھاگم بھاگ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔وہ شیشے سے باہر بھاگی دنیا کو دیکھتی سوچ میں ڈوبی تھی۔

"ہر کوئی بھاگم بھاگ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔سب کو ہر کسی کو پیچھے چھوڑنے کو آگے بڑھنے ہے۔ہم دنیا کے معیار پر پورا اترنے کے لیے جتنا بھی دوڑ لیں۔ہمیں ہر قدم پر فیل کروایا جاتا کہ "ہمیں جتنی جلدی ہو سکے دوڑنا ہے۔"اور ہم جتنا بھی دوڑ لیں ہمیں یہی لگنا۔"اٹس ناٹ اناف" اٹس نیور اناف"

ٹیکسی رکی تو وہ اپنے سوچوں کے تسلسل سے ایک دم باہر آئی۔دروازہ کھولتے پتھریلی سڑک پر ہیل رکھتے وہ باہر نکلی۔

سامنے کالے رنگ کے شیشوں سے ڈھکی عمارت کھڑی تھی۔"مصطفیٰ انڈسٹریز" ایک گہری نظر عمارت پر ڈال کے اندر کی جانب بڑھ گئ۔

لفٹ میں داخل ہوئی اور تیسرے فلور پر پہنچ کر باہر نکلی۔سامنے ہی کینڈی ڈیٹس قطار میں لگے ایل شیپ کاؤچ پر بیٹھے نظر آ گئے۔پانچ دس لوگ ہی رہ گئے تھے۔وہ شاید لیٹ ہو چکی تھی۔

اس کے چہرے پر پریشانی جھلک رہی تھی۔(کیونکہ جب اس نے فام فل کیا تھا تو ان کی شکوں میں ایک شک تھی کہ اگر کینڈی ڈیٹس وقت پر نا آئے تو اس کا نام کاٹ دیا جائے گا)

ریسیپشن پر ڈیکس کے پیچھے بیٹھی لڑکی کی جانب بڑھی۔اب وہ کھڑی اس کے ساتھ کوئی بات کر رہی تھی۔
یس میم آپ بیٹھیں آپ کا نام ابھی نہیں آیا جب آتا تو آپ کو بلوا لیتے ہیں۔

ماتھے پر پڑی شکنیں ختم ہو گئیں تو وہ مطمئن سی آ کر کاؤچ پر بیٹھ گئ تھی۔

آفس کے میں آؤ تو ابان مصطفی ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے سامنے والے سے الوداعی قلمات ادا کر رہا تھا۔

وہ لڑکا اٹھ کے باہر نکلا تو ابان کرسی پر پیچھے کو ٹیک لگائی اور گردن کو پہلے دائیں جانب دبایا پھر بائیں جانب دبایا جیسے تھکاوٹ ختم کرنا چاہی ہو۔
"سر ابھی تک آپ کسی سے مطمئن نظر نہیں آ رہے۔"مینجر یہ کہتا آفس میں داخل ہوا۔

ابان نے نفی میں سر ہلایا اور شہادت کی انگلی سے اپنی تھوڑی کھجائی۔

تم ایسا کرو باقی کے کینڈی ڈیٹس کا قاسم سے بولو وہ انٹرویو کرے گا۔مجھے ایک ضروری کام سے۔۔۔۔۔

ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی کہ آفس کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور سامنے ایک دراز قد لڑکی کندھے پر بیگ ڈالے، ہاتھ میں فائل پکڑے کھڑی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اندر آنے کی اجازت مانگ رہی تھی۔

ابان نے ہلکا سا سر کو ہم دیا۔تو وہ ہموار چل چلتی آئی۔"میم آپ میرے ساتھ آئیں میں انٹرویؤ کے لیے میں آپ کو بتاتا ہوں"۔مینجر ماہ نور سے محاطب ہوا۔

سر یہ میری سی وی۔۔۔اسے مکمل نظر انداز کرتی اس نے ابان سے سامنے اپنی سی وی رکھی۔تھوڑا لاپرواہ انداز۔
میم میں نے کہا۔۔۔۔مینجر نے پھر سے کچھ بولنا چاہا۔

ماہ نور نے اب کی بار ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی یا مینجر کی زبان دوبارہ سے کھلتی ابان کی آواز اس کے کانفیڈینس آفس میں گھونجی۔
"آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ اِس جاب کی حقدار ہیں؟"

"کیونکہ میں ہارڈ ورکنگ، ذہین اور اپنے کام کے ساتھ ڈیڈیکیٹڈ ہوں۔"وہ سینے پر بازو بھاندتے بولی۔

"میں کیسے مان لوں کہ آپ میں یہ سب کوالیٹیز ہیں؟ "

"کیونکہ مجھ میں ہیں۔"وہ ہلکی سی مسکراہٹ اور اعتماد کے ساتھ بول رہی تھی۔"مجھے لگتا مجھے ایک چانس ملنا چاہیے۔"

اوو۔۔ابان نے اپنے سامنے پڑے پانی کے گلاس سے ایک گھونٹ بھرا اور بولا۔"آپکو لگتا میں آپ کو چانس دوں گا؟؟"

"مجھے لگتا آپ کو دینا چاہیے۔۔۔۔"

ابان کے ماتھے پر ڈالی لکیروں میں سے ایک لکیر تھوڑی سی مدھم ہوئی اس نے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ایک نظر مینیجر کو دیکھا۔"باقی سب کا قاسم کو بول دو اور انٹرکام فون کی جانب اشارہ کیا۔ماہ نور پرس رکھ کے کرسی سمبھال چکی تھی۔

"میم آپ کولڈرنک لیں گی یا چائے؟" مینجر نے آبان کے اشارے پر پھر سے پوچھا۔

"کافی"یک لفظی جواب آیا۔

ابان نے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آنے سے پہلے ہی دبا لی۔(وہ محفوظ نظر آ رہا تھا)

مینجر کلس کر رہ گیا تھا۔اگر یہ لڑکی ان کے آفس میں بطور ابان کی سیکریٹری آ گی۔تو یہاں کسی کو سکون کی سانس بھی شاید نصیب نا ہو۔

ہونہہ کچھ کرنا ہو گا۔۔۔سر تو اس سے مطمئن نظر آ رہے ہیں۔(تبھی چائے کافی پوچھ رہے ہیں) دل ہی دل میں اس نے لائحہ عمل تہہ کرتے انٹر کام اٹھا کر ہدایت دی اور سست روی سے قدم اٹھاتے باہر جانے لگا۔

پیچھے ماہ نور کہہ رہی تھی۔
کیوں وہ خود کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے۔
پہلے بھی وہ چار جگہ نوکری کر چکی ہے۔آپ ریکارڈ چیک کر سکتے ہیں۔
وہ کبھی بھی ڈس اپائنٹ نہیں کرے گی۔

کیونکہ وہ ماہ نور سجاد ہے۔ماہ نور سجاد اور ڈسئپائنٹمنٹ(Disappointment)کا ہونہو کوئی تعلق نہیں ہے۔

وہ آفس سے باہر نکلا تو آوازوں کا راستہ بند ہو گیا۔تقریباً دس منٹ بعد وہ لڑکی آفس
سے باہر آتی دیکھائی دی۔
اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ریسیپشنٹ کے پاس رکی اور آفس کا سارا ٹائم ٹیبل معلوم کیا۔

افففففف اسے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا اس کو چانس مل گیا ہے۔۔۔خوشی اس کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی۔

دور کھڑا مینجر جب وہ وہاں سے چلتی لفٹ میں داخل ہوئی تو ریسیپشنٹ کے پاس آیا۔"کیا یہ ہے ابان سر کی نئ سیکرٹری" اس نے لفٹ کی جانب اشارہ کیا۔

"کچھ بتایا تو نہیں ہے پر ٹائم ٹیبل پوچھ کر گئی ہے۔"ہمممم مینجر کی پر سوچ نظریں لفٹ کے دروازے پر جمی تھی۔

ماہ نور سجاد کو ہمیں ڈس اپائنٹمنٹ کرنا ہو گا۔وہ ہلکا سا مسکرایا شیطانی مسکراہٹ۔۔۔۔

حال :

اسٹڈی روم میں دھوپ کی تیز روشنی پردوں سے چھن کر اندر آرہی تھی، چاروں طرف دیوار کے ساتھ بنی مختلف قسم کی بک شیلفس ، جن میں مختلف قسم کی کتابوں کا ڈھیڑ تھا، فلسفے، جنرل نالج، آرٹیکلز ، ناولز ، اشعار ، اور نجانے کون کون سی قسم کی کتابیں اس حویلی کی سب سے خوبصورت اسٹڈی روم میں جمع تھیں ،جن میں سے کچھ ریکس پر ابان کے بہت اہم آفس کے ڈاکومینٹس بھی رکھے گئے تھے۔ان میں سے ایک ریک کے پاس کھڑا وہ مختلف قسم کی فائلز عجلت میں اُلٹ پُلٹ کرتے ہوئے کچھ تلاش کررہا تھا۔۔

"وہ اپنے آفس کا ایک بہت اہم ڈاکومینٹ پتا نہیں کہاں رکھ کے بھول چکا تھا۔۔۔"

وہ تیزی سے فائلز الٹ پلٹ کر رہا تھا، پھر اسکی نظر اپنی مطلوبہ فائل پر پڑی، اسنے شکر کا سانس خارج کیا اور اس فائل کو ریک میں سے نکلا، فائل نکالتے ہوئے نیچے ایک تصویر گری تھی، اسنے اپنی نظریں فائل سے ہٹائی، اور زمین پر پڑی الٹی تصویر کی جانب جھکا، تصویر کو سیدھا کرتے وہ جہاں تھا وہی رک گیا، ساکت و جامد، نجانے کتنے عرصے بعد وہ اس تصویر کو آج دیکھ رہا تھا، نجانے کتنے عرصے بعد ابان کے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی، ایک بیٹ مس ہوئی تھی، نجانے کتنے عرصے بعد ابان مصطفی کا قیمتی آنسو بے مول ہو کر اس تصویر پر گرا تھا۔

فائل پر اسکی گرفت کب کی ڈھیلی پڑ چکی تھی، فائل اسکے ہاتھ سے لڑھک کر زمین پر گر پڑی۔اور وہ ہاتھوں میں وہ تصویر تھامے زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔۔۔وہ یک ٹک سانس روکے تصویر میں موجود اپنے ماں باپ کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

"تصویر میں ایک بہت خوبصورت مرد اور انکے ساتھ ایک نفیس سی خاتون کھڑی تھیں، جن کے چہرے پر سکون بھری میٹھی سی مسکان تھی۔اور انکے ساتھ ایک بائیس سالہ لڑکا کھڑا تھا۔۔۔وہ یقیناً ابان مصطفی تھا، اور اسکے ساتھ کھڑیں اسکی پیاری بی جان۔اور اسکے ساتھ؟ "

"بابا سرکار۔۔۔"

اسکے ہونٹوں نے ہلکی سی جنبش دی، ایک عرصے بعد اسنے اس نام کو محسوس کرنا چاہا لیکن بدلے میں صرف کرب ہی کرب اسکی آنکھوں میں اتڑا۔۔ماضی کی کرب ناک داستان اسکی آنکھوں کے گرد گھومنے لگی ،۔۔۔جب وہ اپنے بابا اور اپنی ماں کا سب سے لائیک اور سب سے ہونہار بچہ ہوا کرتا تھا ،جب وہ اپنے بابا سرکار کے وجود کا ایک اہم حصہ تھا،۔۔۔جب اسکی ماں اسکے ساتھ تھی۔۔۔۔۔، وہ اپنی آنکھیں موندھے دل کے مقام پر اس تصویر کو رکھے ماضی کی بھول بھلیوں میں کھونے لگا۔۔۔۔۔۔

چند سال پہلے :

"زندگی کا دائرہ بہت تنگ ہے ، یہ ایک ہی چکر میں گھومتا رہتا ہے ، کبھی ماضی کی کرب ناک یادوں میں تو کبھی حال کی بے رنگ زندگی میں۔۔۔!"

چند سال پہلے ایک چھوٹے سے گاؤں میں واقع اس بڑی سی حویلی کے زندان خانے میں ابان مصطفی انوشے کا ہاتھ تھامے اپنے باپ کے سامنے کھڑا تھا۔

"بابا سرکار پلیز میری بات تو سنیں۔۔۔!"۔۔۔بائیس سالہ ابان مصطفی ریڈ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہنے ، مال ماتھے پر گرائے ، پیروں میں وائٹ جاگرز مقید کیے اپنے باپ کے سامنے کھڑا انکی منت کررہا تھا۔

"بس میں نے ایک بار جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔۔۔!یہ لڑکی میرے ، انگلی سے اپنے سینے پر دستک دی، خاندان میں شامل نہیں ہو سکتی۔۔۔"وہ بہت ضبط سے برف جیسے ٹھنڈے تھاڑ لہجے میں گویا ہوئے۔۔۔

ابان کے ساتھ کھڑی ڈری سہمی سی انوش ، جس نے پنک رنگ کی سادہ سی پرنٹڈ قمیض اور وائٹ کیپرری پہن رکھی تھی، سر پر سفید چادر اوڑھے ، دھلا دھلایا چہرہ ، سانولی سی رنگت رکھنے والی لڑکی بہت سہمی سہمی نظروں سے ابان کے والد کو دیکھ رہی تھی۔

"آخر کیا مسلہ ہے انوشے میں ؟ بتائیں بابا سرکار ؟ "یہ ہمارے ساتھ یہاں کیوں نہیں رہ سکتی؟ وہ بائیس سالہ ٹین اتج لڑکا اپنے باپ کے روبرو ایک لڑکی کے لیے لڑ رہا تھا۔۔۔لڑکی بھی وہ جو اسکی شریک حیات تھی۔

"ابان۔۔۔۔۔۔"مصطفی کمال خٹک کی گرج دار آواز زندان خانے میں گونجی تھی۔۔۔۔

"یہ لڑکی میرے ہوتے اس گھر میں نہیں رہ سکتی، نجانے کہاں سے تم یہ گند میرے گھر اٹھا لائے ہو، تمہیں اس دن کے لیے پیدا کیا تھا، کے اپنے باپ کا سر فخر سے بلند کرنے کے بجائے اسے مٹی میں ملا دو۔۔۔۔!یہ لڑکی جسکا نا کوئی باپ ہے نا بھائی ، نا کوئی اتا ہے نا پتہ ، اس لڑکی کو میں ہر گز اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گا۔۔۔میرا فیصلہ اٹل ہے، یہ یہاں نہیں رہ سکتی۔۔۔"وہ بے لچک انداز میں اپنی خاکی چادر اپنے کندھوں پر درست کرتے ہوئے بولے۔۔۔

"بابا سرکار۔۔۔۔!"وہ منت بھرے لہجے میں اپنے باپ کو پکار رہا تھا۔۔

"کہہ دیا سو کہہ دیا۔۔یا تو اسے میرے گھر سے باہر نکالو، یا خود بھی اسکے ساتھ میرے گھر سے نکل جاو۔۔۔!"وہاں کسی بھی قسم کی کوئی لچک نہیں تھی۔۔۔۔

بائیس سالہ ابان مصطفی نے جھٹکے سے اپنا سر اٹھایا، بے یقینی سے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔۔۔!جیسے یقین نا آرہا ہو۔۔یہ اسکا وہی باپ ہے جو اس پر اپنی جان نچھاور کرتا تھا، یہ اسکا وہی باپ ہے جو اپنے بیٹے کی ہر خوائش پوری کرتا تھا۔۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ اسے کیسے گھر سے نکال سکتے ہیں؟"زندان خانے میں پہلی بار رابعہ کی آواز گونجی تھی، وہ بہت پیاری سی ، نفیس اور مہربان خاتون تھیں۔

"رابعہ آپ اس معاملے میں خاموش رہیں یہ میرا اور میرے بیٹے کا معاملہ ہے، میں نہیں چاہتا آپ اسکی وجہ سے اپنا ایک بھی آنسو بے مول کریں، اسنے تو ہماری ناک کٹوانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"پوری گفتگو میں وہ پہلی بار نرمی سے بولے تھے۔۔

انکا رویہ اپنی بیوی کے ساتھ ظالم اور جابر شوہروں جیسا نہ تھا۔

وہ ایک آئیڈیل ہزبینڈ ، اور آئیڈیل باپ تھے، لیکن تھے تو پرانی دقیانوسی روایتوں کے روادار ، جن روایتوں پر انکے باپ دادا چلتے آئے تھے۔۔۔!

وہ کیسے ایک انجان لڑکی کو اپنی بہو تسلیم کر لیتے۔۔۔!

انہوں نے کبھی بھی کسی عورت کے لیے سخت الفاظ استعمال نہیں کیے۔لیکن نجانے کیوں آج انکی وہی پرانی دقیانوسی روایتوں نے انہیں ہر حد پار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔۔۔!

"وہ صرف آپکا نہیں میرا بھی بیٹا ہے، میں کیسے رہوں گی اسکے بغیر۔۔۔۔!ابان میرے بچے تم کہی نہیں جاوگے۔۔۔"وہ روتے ہوئے اپنے بیٹے کے خوبرو چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"بابا سرکار ،۔میں کیسے رہوں گا؟ آپکے اور بی جان کے بغیر۔۔۔!پلیز بابا سرکار اپنی ضد چھوڑ دیں۔۔۔!انوشے بہت اچھی لڑکی ہے ، پاک صاف ، حسین دل کی۔۔۔"وہ اپنی ماں کے کندھوں کے گرد اپنا دایاں ہاتھ پھلائے باب کے سامنے فریاد کررہا تھا۔۔۔۔۔

انوش اس سب میں سب سے لاتعلق خاموشی سے کھڑی تھی، اسکا ایک ہاتھ ابھی بھی ابان کے باہیں ہاتھ میں مقید تھا۔۔، انوشے کی گرفت اسکے ہاتھ پر کب کی ہلکی ہوچکی تھی، اور وہ وہ تب بھی اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔!ہماری روایت ہمیں اس چیز کی اجازت ہرگز نہیں دیتیں۔۔۔۔اس لڑکی کو طلاق دے کر فارغ کرو۔۔۔۔۔اور گھر سے نکالو۔۔۔۔"اسکا باپ اس وقت کسی ظالم ریاست کا بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

لفظ طلاق پر ابان مصطفی کا رواں رواں کانپ اٹھا تھا۔۔۔۔اسنے آج سے پہلے اپنے باپ کا یہ انداز کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

"میں انوشے کو طلاق کبھی نہیں دوں گا۔۔۔"اسکی آواز پہلی بار سرد ہوئی تھی۔۔۔

"تو پھر تم اس گھر سے جاسکتے ہو۔۔۔"مصطفی کمال اٹل لہجے میں حکم دیتے وہاں سے چلے گئے۔۔۔۔

"چلیں انوشے؟" وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

"ابان میرے بچے نہیں جاو۔۔۔تمہارے بابا سرکار ابھی غصے میں ہیں۔۔۔"رابعہ بیگم جلدی سے بیٹے کا بازو پکڑتے روتے ہوئے بولی۔

"بی جان انسان غصے میں کچھ بھی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بابا سرکار کا غصہ ان پر اتنا حاوی ہوچکا ہے کہ ان کی زبان نے آج طلاق جیسا لفظ تک کہہ دیا۔۔۔اور میں انوشے کو وہاں ہرگز نہیں رکھوں گا جہاں اسکی عزت نہیں۔۔۔"وہ انوشے کا ہاتھ چھوڑ کے انکے دونوں ہاتھ عقیدت سے تھامتے ہوئے نرمی سے بولا۔

ابان کا لہجہ عورتوں سے بات کرتے ہمیشہ نرمی لیے ہوتا تھا۔۔۔چاہے وہ اسکی ماں ہو یا کوئی عام لڑکی۔۔۔۔

"تم اکیلے کیسے کرو گے ، کہاں جاوگے؟" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"دنیا بہت بڑی ہے، کہی بھی، کچھ بھی کرلوں گا، لیکن بابا سرکار سے کچھ نہیں لوں گا۔۔"وہ ایک عظم سے بولا۔

رابعہ بیگم نے خاموشی اپنے بیٹے کو گلے لگالیا۔۔

"بی جان آپ ہی کہتی ہے ناں ، جب کچھ سمجھ میں نا آرہاں ہو تو دل کی سننا ، وہ ہمیشہ تم سے اچھا فیصلہ کروائے گا، اگر بات نیکی کی ہو تو آنکھیں بند کرکے اس پر عمل کرلینا۔۔آج آپکے بیٹے نے وہی کیا ہے بی جان۔۔۔"

مجھ ہر بھروسہ رکھیے گا، میں اب چلتا ہوں۔۔وہ انسے دور ہوتا ،خاموش ، کھڑی لڑکی کا ہاتھ پھر سے تھام چکا تھا، کبھی نا چھوڑنے کے لیے۔

اور وہ مڑ گیا،۔۔۔۔۔اسے اپنے پیچھے اپنی ماں کی ہچکی کی آواز سنائی دی تھی۔۔اور وہی ہچکی چند سال بعد سٹڈی روم میں زمین پر بیٹھے ابان مصطفی کو آج بھی اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس

ہوئی۔۔۔ایک خاموش آنسو اسکی پلکوں سے نیچے گرا تھا۔۔۔۔۔اسنے وہ تصویر اپنے والٹ میں رکھی، اور اپنے آنسو صاف کرتا، خود کو مضبوط بناتے، زمین پر گری فائل اٹھاتا۔پھر سے دنیا سے لڑنے کے لیے تیار تھا۔

****

رات اپنے پَر پھیلائے تاریکی ہر جانب بکھیرے ہوئے تھی۔بادل ہونے کی وجہ سے اِکا دوکا ستارے آسمان پر چمک رہے تھے۔چاند بھی بادل کی اوٹ سے جھانک رہا تھا۔

سارا فلیٹ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔کچن کے سامنے چھوٹے سے لاؤنج میں لیمپ کی روشنی کیے وہ اپنے سامنے چند فائلز پھلائے بہت سنجیدگی سے ان پر قلم پھیرتے پڑھ رہا تھا۔

روشنی کا رُخ کاغذات کی جانب کیا گیا تھا۔صوفے پر پیچھے کو ٹیک لگائے اس نے انگرائی لی۔اور دوبارہ سے میز پر رکھی فائل کی جانچ جھکا تو روشنی میں چہرہ واضح ہوا۔

زرہ سی اٹھی پلکوں کی اوٹ سے جھانکتی ہیزل براون آنکھیں۔اس وقت وہ براؤن کلر کی گول گلے والی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔کان کے ساتھ فون بھی لگائے دوسری جانب سے کہی گئی بات پر بول رہا تھا۔

اس دم لفظوں پر قلم پھیرتے اس کے ہاتھ ساکت ہوئے وہ چونکا تھا۔اور اس لفظ پر دائرہ لگایا۔

"ہادی بھیا آپ شادی کب کریں گے؟؟" فون سے مانم کی چہکتی آواز پھر سے گونجی تھی۔

"جب ہی میرے ہونے والے بچوں کی ماں مل جائے گی۔"وہ مصروف سے انداز میں کام پر توجہ مرکوز کیے بولا۔

"آپ کی نظر میں ابھی تک کوئی ی ماں۔۔۔اوہو میرا مطلب ہے بچی نہیں آئی ی۔"

"نہیں مانم میں بچی سے شادی کیوں کرنے لگا۔"ساتھ پڑی کافی کا گھونٹ بڑھتے شریر لہجے میں بولا تھا۔

"تو کیا بچی کی ماں سے کریں گے۔"مانم چڑ کر بولی تھی۔

"کوئی ی خرج تو نہیں ہے ویسے" قلم کو انگلیوں میں گھماتے اس کی آنکھوں میں جس قدر شرارت تھی لہجہ اتنا ہی سنجیدہ تھا۔

"ہیں ں ں س آپ پاگل ہو گے ہیں؟" فون کے دوسری پار وہ اکتا رہی تھی۔

"تمھیں کوئی ی شک ہے؟ " وہ ہادی ہی کیا جو مانم کو چیڑانے سے باز آ جائے۔

"نہیں مجھے بلا شک ہوسکتا؟ بلکہ مجھے تو پورا یقین ہے۔آپ کو نا انسانوں کا نہیں پاگلوں کا ڈاکٹر ہونا چاہیے۔"

ہادی سر نفی میں ہلاتے ہلکا سا ہنسا تھا۔

"مجھ سے بات نہیں کرنی تو ایسے ہی بول دیتے۔اس طرح زچ کرنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔"

مانم۔۔۔ہادی کی سنجیدہ آواز گھونجی تھی۔

"ہادی بھیا مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی۔"اسکی ہچکی گھونجی تھی۔وہ ایسی نہیں تھی۔وہ گھنٹوں اسے تنگ کیا کرتا تھا۔۔کیا کچھ تھا۔جو اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا؟؟

"مانم میری گڑیا بھیا آپ کی بات سن رہے ہیں کیا بات ہے؟؟؟" اضطرابی کیفیت میں اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"مجھے اب آپ سے بات نہیں کرنی آپ کام کریں اپنا۔۔مانم آپ کے لیے اہم نہیں ہے صرف کام اہم ہے۔مانم کو آپ سے پیار بھی نہیں ہے۔"وہ ہچکیوں سے درمیان روتی اپنی کہے جا رہی تھی۔

"اچھا سوری نا۔۔۔"ہادی نے صلح جوز انداز اپنایا۔

"کوئی ی سوری نہیں۔"اس نے ٹھک سے فون رکھ دیا تھا۔

ہادی شل بیٹھا تھا یہ مانم کا انداز نہیں تھا۔ایسی کیا بات بتانا چاہ رہی تھی وہ؟ اس نے خود کلامی کی۔"وہ شادی کا پوچھ رہی تھی نہیں وہ مجھے کچھ اور سمجھنا چاہ رہی تھی مگر کیا؟؟

دوبارہ سے فون اٹھاتے کال ملائی ی اس نے۔کام میں اب تب تک دل نہیں لگنا تھا جب وہ یہ بات نا جن لیتا۔۔دوسری جانب سے کال کاٹ دی گی۔

اس نے دوبارہ سے کال ملائی ی۔۔اب وہ بیٹھا کوئی ی چھٹی کال ملا رہا تھا۔اور وہ کاٹتی جا رہی تھی۔

مانم اگر اب میری کال نہیں اٹھائی ی تو میں اسلام آباد آ جاؤ گا۔اس نے وائی س نوٹ ریکارڈ کر کے سینڈ کا بٹن دبایا۔

وائی س نوٹ سن لیا گیا اور وہ اسی ٹائی م آف لائی ن ہو گی۔

ہادی دوبارہ کال ملائی ی تو کمپیوٹر کی آواز سنائی ی دی آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے برائے مہربانی تھوڑی دیر بعد کوشش کریں۔۔۔

اب کہ اس کے ماتھے پر واضح بل نمایا تھے۔موبائی ل پٹھنے کے سے انداز میں ٹیبل پر پھینکا تھا۔

سامنے پڑی فائی لز کو ہلکا سا پڑے کیا گیا جیسے اس کا ہر کام سے دل اچٹ ہو گیا۔ایک فائی ل اور دو چار صفحے نیچے گرے تھے۔

تھوڑی دیر بعد بیٹھا وہ پھر سے کوشش کر رہا تھا ہر بار کمپیوٹز کی آواز ہی سنائی ی دیتی۔

صبح زاویار تک سک سا تیار اپنے کمرے سے باہر نکلا تو سامنے پڑے صوفے پر ہادی نیم دراز سا سینے پر موبائ‌ل رکھے گہری نیند سویا تھا۔

"ایسا زاویار کو لگا تھا"

سامنے پڑیں فائ‌لز اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ کوئ‌ی کیس اسٹڈی کر رہا تھا۔

"ہادی اٹھ جاؤ جانا نہیں ہے؟" زاویار پاس آتے آہستگی سے سینے سے موبائل اچک لیا اور پاسورڈ ٹرائے گیا۔

پیچھلی بار تُکا لگانے سے اس سے پاس ورڈ لگ گیا تھا۔زاویار نے سوچا اس بار پھر سے کیوں نا کوشش کی جائے۔

پہلی مرتبہ اس نے پیچھلی بار والے پانچ ہندسے لگائے تو لکھا آیا رانگ پاسپورڈ۔زاویار کے چہرے پر مایوسی چھائی۔

پھر ہار نہ مانتے دوسری بار اس نے آٹھ ہندسے درج کیے تو موبائ‌ل کھل گیا۔زاویار نے سوئے ہوئے ہادی کے سامنے فہریا اپنے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

لیکن یہ کیا۔۔سامنے ہی اس کے کال لاگ تھا۔جس میں چالیس سے زاہد کالز ڈائ‌ی‌ن "مانم" کے نمبر پر کی گ‌ئ‌ی‌یں تھیں۔وہ نیچے سکرول کرتا گیا تو ایک پہلی کال اس کے سامنے آئ‌ی جو کہ پندرہ منٹ کی کال تھی۔

صاف ظاہر تھا ان دونوں کی پھر سے کوئی لڑائ‌ی ہوئ‌ی تھی۔اور ہادی کے ہاتھوں سب کی سختی تھی آج ہاسپٹل میں زاویار ٹو سب کو دیکھنے کو ملنا تھا۔

"مانم سے جھگڑا کرنے کے بعد اس کا موڈ یونہی خراب ہو جایا کرتا تھا۔فضول کی ڈھیل جو ورکرز کو اس کے نرم رویے کی وجہ سے ملی ہوتی تھی وہ ختم ہو جایا کرتی تھی"

"ہادی اٹھ جاؤ۔"دوبارہ سے اس کے سینے پر موبائ‌ل رکھتے وہ ہلکی سی مسکان لیے کچن کی جانب بڑھ گیا۔

"آئندہ تو نے میرے موبائل کو ہاتھ لگایا تو ہاتھ توڑ دوں گا،، جاسوس کہیں کا۔"ہادی کی بند آنکھوں سے ہی نیند سے خمار علود آواز آئی تھی۔

"میرے ہاتھوں پر اپنی ناپاک نظریں بعد میں ڈالنا۔۔پہلے جو کٹا کھول چکے ہو نا اس کو بھاند لو۔ویسے اس بار کس بات پر ڈائن سے لڑے ہو۔"زاویار کچن سے جھانکتے بولا۔

"ہونہو ایسے جیسے وہ بتا دے گا۔"

"اپنے کٹے تو میں بھاند ہی لوں گا تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔دوسرے سوال کو وہ نظرانداز کرتے ٹیبل پر سے اپنی چیزیں سمیٹتے لگا۔

"آج ناشتے میں ایک پڑاٹھا، آملیٹ اور ایک کپ چائے لوں گا۔"

"اسے پتا تھا وہ کبھی بھی اپنے اور مانم کے جھگڑے کے بارے میں نہیں بتائے گا۔"اس لیے تپ کر بولا۔

" میں کوئی تیرا ملازم نہیں ہوں جس سے تو ایسا فرمائشی پروگرام چلوا رہا ہے۔"

"ملازم نہیں ہے اسی لیے تو چلا رہا ہوں،وہ ہوتا تو میرے کہے بغیر پیش کرتا۔"

یہ ان دونوں کا روز کا رونا تھا۔نوک جوک کے بغیر ان کا ناشتہ ادھورا تھا۔

"میں نہیں بنا رہا۔"آج زاویار اپنی بات پر باضد تھا

"تو بنائے گا، اگر نا بنایا تو میں ہاسپٹل نہیں آرہا آج۔"ہادی کو بھی کام نکلوانا اچھے سے آتا تھا۔

"مت آ۔۔۔اگر تو نہیں آیا نا ہادی تو تجھے میں آنے کی زحمت بھی نہیں کرنے دوں گا۔۔۔یہاں پر اس نے میز کی جانب اشارہ کیا۔۔۔شام میں تیرا ٹرمینیشن لیٹر پڑا ہو گا، ایسے نااہل ڈاکٹرز کی میرے ہاسپٹل میں جگہ نہیں۔"آہ ہاسپتل کے نام پر یہ خاضر ہوئی تھی ڈاکٹر زاویار احمد کے اندر جلادی روح۔

"ایک پڑاٹھا، آملیٹ اور ایک کپ چائے میں فرش ہو کر آتا ہوں۔"ہادی اُس کی کہی باتوں کو ایک کان سے سنتے اور دوسرے سے نکالتے اپنی کہتے کمرے میں گم ہوا تھا۔

ان کی لڑائی کا آخر یہی ہوا کرتا تھا

ہادی اپنا حکم دیتے یہ جا وہ جا، اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔اُسے بس ہر چیز پلیٹ میں رکھی ہو چاہیے تھی۔

زاویار کو یہی لگا کرتا تھا۔۔۔

مغرب باسی ہو چکی تو شام کا اندھیرا چھانے لگا تھا۔حویلی کا اندورنی دروازہ کھول کے راہداری سے ہوتے اندر آؤ تو ملازم معمول کے مطابق اپنے کام کرنے میں مصروف تھے۔

وہ سامنے لاؤنج میں پڑے کاؤچ میں سے ایک پر براجمان تھی۔نظریں مصروف سی موبائل پر جمائے وہ وقفے وقفے یہ چائے کے گھونٹ بھی اندر اتار رہی تھی۔

اس کی سانولی رنگت تھی لیکن وہ بہت پر کشش تھی۔گھنی پلکیں زرا سے اٹھی ہوئیں تھیں۔کالی گہری آنکھیں جن اب خوف سمٹ رہا تھا اب وہ بے چین کم رہا کرتی تھی۔

البتہ ابھی تک کم گو تھی وہ۔حویلی میں برسوں سے کام کرتے ملازمین نے اسے صائم کے پیدا ہونے کے بعد سے تھوڑی زیادہ بات چیت کرتے سنا تھا۔

وہ اُس کو سنبھالتے ہی ہلکان ہو رہی ہوتی تھی جب سے صائم کچھ کچھ نئے الفاظ اور فقرے بولنا شروع کیے تھے۔

ابان اور انوشے اس کے سامنے بہت دیکھ بھال کے الفاظ کا چناؤ کیا کرتے تھے۔

کیونکہ وہ ہر بات کو سن کہ کاپی کرنا اور ویسے ہی بولنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

ہر کوئی اس کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا۔ہر وقت کسی نا کسی کی سختی آئی ہوتی صائم کو سنبھالنے میں۔

ابان کے مطابق "ماں کے چمچے نے اس کی بیوی پر قبضہ کر رکھا تھا"

دوسری سختی شانزے کی آئی ہوتی تھی۔شانزے حویلی میں برسوں سے کام کرتے مالی بابا کی بیٹی تھی۔ وہ پیچھلے کواٹرز میں رہا کرتے تھے۔

شانزے کو کھانا پکانے میں مہارت تھی تو وہ پیچھلے چار سالوں سے انھی کے پاس تھی۔

شائزے کو اس سے بے حد محبت تھی تو یہ اسی کا پیار تھا کہ صائم کو بھی اس سے بے حد لگاؤ تھا۔وہ اسے پسند کے کھانے بنا کے دیتی تھی۔

وہ اپنی گول گول آنکھیں کھولتا بند کرتا، زور زور سے تالیاں بجا کہ چہکتا واؤوووووو بولتا اپنی خوشی کا اظہار کرتا اور کھانے کو شوق سے ییییمیی بولتے اپنے اندر اڈھیلتا تھا۔

"صائم کی آواز نہیں آ رہی مجھے ہاجرہ بی،،، کہاں ہے وہ؟؟" اس نے پاس گزرتی ملازمہ کو روکا جس کے ہاتھ میں اس وقت برتن تھے وہ ڈرائنگ ٹیبل سیٹ کرنے جا رہی تھی۔

ابان کے آنے میں بیس منٹ ہی رہ گئے تھے۔

"جی میم وہ شائزے کے پاس ہے" ملازمہ نے رک کر سادگی سے کہا۔

"شائزے تو اس وقت کچن میں ہوتی ہے یہ اسے تنگ کرنے پہنچ گیا چلو ایسا کرو۔تم برتن لگاؤ ابان بھی آنے والے ہیں بس۔"

"میں صائم کو دیکھتی ہوں۔۔۔نہیں آپ بیٹھیں میں صائم کو لے کر آتی ہوں۔"وہ برتن وہی ٹیبل پر رکھ کے انوشے کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کچن کی جانب چلی گئ۔

انوش جو اٹھنے لگی تھی دوبارہ سے بیٹھ گئ اور چہرے جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کیا۔

موبائل پر پھر سے نظر گئ ٹائم دیکھا اور اس کے آنے میں سترہ منٹ رہ گئے تھے۔

اب وہ آفس سے نکل رہا ہوگا۔شام ہوتے ہی اس کی آنکھیں گھڑی سے دروازے اور دروازے سے گھڑی کا طواف کیا کرتی تھیں۔

وہ اس کا محرم تھا،،،ہاں وہ اس کا تھا،،،وہ صرف اس کا ابان تھا،،،وہ اس کی بیوی تھی،،،وہ اس کا جینے کی وجہ تھی،،،وہ صرف اس کی انوش تھی۔

ملازمہ تیزی سے لاؤنج میں داخل ہوئی۔"و۔۔۔وہ صا۔۔۔صائم بابا۔۔۔"اس سے بوکھلاہٹ کے مارے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

کیا ہوا صائم کو انوش تیری سے اٹھی تھی۔

و۔۔۔وہ کچن۔۔۔میں ملازمہ نے کچن کی جانب اشارہ کیا۔

انوش کا رنگ پھکا پڑا وہ اس کی مکمل بات سنے بغیر لاؤنج سے نکلتی تیزی سے کچن کی جانب بھاگی۔
اللہ میرا صائم۔۔۔۔آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

راستہ تھا کہ کٹ ہی نہیں رہا تھا۔دو راہداریاں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔وہ پاؤں کہیں رکھ رہی تھی رکھا کہیں جا رہا تھا۔

کچن کے دروازے پر آ کر اس کے پاؤں تھمے تھے۔آنسو بھی آنکھ سے ٹوٹ کر زمین پر گرا تھا۔

آنکھوں کی پتلیاں سامنے کا منظر دیکھ کر ساکت ہوئیں تھیں۔وہ شل سی کھڑی تھی۔

"صائم۔۔۔"اس کے حلق میں آنسوں کا گولا پھنس رہا تھا۔

صائم نے انوش کو دیکھ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھے خود چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

سفید اور کالے رنگ کے امتزاج سے نبے کچن کے وسط میں پڑے ٹیبل پر بیٹھا سوکھے آٹے سے اپنے کپڑوں اور ہاتھوں کو بڑھے ہوئے تھا۔

اب آنکھوں پر اپنے ننھے ہاتھ رکھے خود کو چھپانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔

شانزے پاس کھڑی رو دینے کے قریب تھی وہ شاید کب سے اسے سنبھالتے سنبھالتے تھک گئ تھی۔

انوش یونہی ساکت کھڑی تھی۔شکر کے آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔

"اب کو کسی کو کھونے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔اس کے پاس تھا ہی کیا؟؟ ایک بیٹا اور شوہر،اس کی چلتی سانسوں کی وجہ"

صائم نے اماں کو بولتے نہ دیکھ کر دو انگلیوں کے بیچ فاصلہ پیدا کرکے دیکھا اور پھر کھکھلا کر ہنسنے لگا۔

ماما صائم بڑا۔۔۔۔صائم کام۔۔۔۔
انوش آنسو پوچھتے اس کی جانب بڑھی۔
"ماما صائم کام۔"اپنی بات کو اگنور ہوتا دیکھ کر وہ دوبارہ دونوں مٹھیوں میں آٹا بڑھتے بولا۔

"تمہیں تو میں کام کرواتی ہوں۔۔۔۔"اس کی مٹھیاں کھولیں سارا آٹا نکالا۔

"یا میرے اللہ۔۔۔شانزے اس کو واش روم میں لے کے چلو میں آرہی ہوں۔"صائم کی حالت دیکھ کر اس کی سانولی رنگت میں ہلکی سرخی دوڑنے لگی تھی۔

"نو ماما صائم کام۔۔۔"شانزے نے صائم کو زبردستی اٹھایا تو وہ ہاتھ پیر زور سے چلاتے رونے لگا تھا۔

"صائم کام۔۔۔تانزے(شانزے) صائم کام" وہ روتے ہوتے بولتا جا رہا تھا۔

اس نے وہاں کھڑے اس سارے پھلاوئے کی تصویر بنائی اور ابان کو بھیجتے سینڈ کا بٹن دبایا۔

"اس سارے پھلاوٴے کو سمیٹیں اور ڈنر کی تیاری کریں۔"ملازمہ کو ہدایت دیتی وہ کچن سے باہر آئی اس کے ہاتھ تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہے تھے۔گھل ہلکے ہلکے دھک رہے تھے۔

کچن سے اب اس کے قدموں کی آہٹ دور ہوتی جا رہی تھی۔

I وہ گاڑی کی پیچھلی سیٹ پر ٹیک لگائے آنکھوں موندے ہوئے تھا۔

بلیو پینٹ اور سفید شرٹ جس کے کف موڑ رکھے تھے۔شرٹ کا اوپر والا ایک بٹن کھلا ہوا تھا۔ٹائی اور کوٹ پاس ہی پڑا تھا۔

آج کا دن ایک تھکا دینے والا دن تھا۔تھکن کے آثار اس کے چہرے پہ واضح تھے۔چنانچہ موبائل پر ہونے والی محصوص میسج ٹون نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔
(جب سے انوش اس کی بلاوجہ کی ڈانٹ کا حصہ بنی تھی تب سے ہی اس نے اس کے نمبر پر محصوص رینگ اور میسج ٹون لگا دی تھی)

"یہ کارنامہ دیکھیں۔۔۔سمبھالیں آ کے اپنے صاحب زادے کو۔"انوش تپی ہوئی تھی۔

صائم کے کارناموں کی لیسٹ لمبی ہوتی جا رہی تھی۔

"وہ میں کہہ رہا ہوں میں صاحب زادے کے ساتھ ساتھ صاحب زادے کی ماں کو سنبھالنے کا بھی خواہش مند ہوں" ابان نے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹتے میسج سینڈ کیا۔

"یہاں سے لیفٹ سائیڈ پر لینا" ساتھ ہی موبائل سے نظریں ہٹا کر اس نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔ بیک ویو مرر سے ابان کو دیکھتے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اس کے جواب کا منتظر تھا اسے پتا وہ کیا بولے گی۔بس وہی سننے کا تو وہ پہلے دن سے اب تک خواہشمند تھا۔بس وہی سننے کی اسے چاہ تھی۔

چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ باہر سڑک پر دیکھنے گا۔پتا نہیں ایسا کون سا جادو کر رکھا تھا اس نے کہ اس کا ایک عام سا جملہ۔نہیں بلکہ اس کا نام ہی ساری تھکن بھگا دیا کرتا تھا۔

"موبائل پر نیا میسج جگمگایا تھا۔اس کی آنکھوں کی چمک،اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اس بات کی گواہی دے رہی تھی۔

"اباااااااااااننننننن" یہ اس کا نام کو لمبا کر کے زچ ہو کر کہنے کا یہ انداز اس کو ازبر تھا۔وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

بس یہ تھوڑا آگے ہاں اس شاپ پر روک دو۔۔۔۔۔۔

دن معمول کے مطابق گزرتے جا رہے تھے۔اللہ اللہ کر کے ویکینڈ آ چکا تھا

اس پورے ہفتے ہادی کے سڑے ہوئے موڈ کا نشانہ زویا نے چند لوگوں کو بنتے دیکھا تھا۔

یہ انداز تو زاویار کا تھا نا،، اور زاویار کا آج کل تھوڑا ریلیکس انداز تھا۔اور نرم انداز میں سب کو ڈیل کر رہا تھا۔

ان دونوں کا یہ رویہ زویا کے لیے ہضم کرنا دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

زاویار اور نرم ، ہادی اور سخت۔۔۔اللہ اللہ یہ تو قیامت کی ہی کوئی ی نشانی تھی۔

اتنے دونوں سے ہادی کو ہنستے نا دیکھ کر زویا کا تو سر چکراتا تھا اب ہسپتال میں۔

وہ اپنی ڈیوٹی کر کے گھر کی راہ لیتی تھی۔
لیکن آج اسے دور سے دیکھ کر لگ رہا تھا سب معمول کے مطابق ہے۔اس وقت وہ اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو رہی تھی۔

اپنی گاڑی کے پاس کھڑے وہ دونوں کسی ڈاکٹر سے ہم کلام تھے۔ہادی ان سے ہاتھ ملاتے کسی بات پر مسکرا رہا تھا اور زاویار سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلاتے ہاتھ ملاتے الوداعی قلمات کہہ رہ تھا۔

وہ پاس سے گزر گئی۔۔۔

زویا۔۔۔وہ جو فاصلے چند قدم دور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی ہادی کی آواز پر رکی پھر پلٹی۔وہ ڈاکٹر جا چکا تھا۔
"کیسی ہیں آپ؟" مسکراتے ہوئے وہ نا جانے کیوں اچھا لگا کرتا تھا۔اس کی مسکراہٹ بہت نرم سی ہوا کرتی تھی دل میں اترنے والی۔

خوش،آپ بتائیں؟؟ اسے ہنستا دیکھ کر وہ نا چاہتے ہوئے بھی گلہ امیز لہجے میں بولی۔

گڈ۔۔۔ویکینڈ کا کوئی ی پلین ہے آپ کا؟

نہیں۔۔زویا نے نفی میں سر ہلاتے ہلکے سے کندھے اچکائے۔

اس سب میں زاویار ان ڈاکٹر کے جاتے ہی گاڑی کی جانب مڑتا اسے ان لاک کرنے لگا تھا۔

میرا اور زاوی کا اسلام آباد کا پلین ہے۔آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ؟ بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ اپنے ازالی فریش انداز میں بولا تھا۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے زاوی کے ہاتھ تھمے تھے اور منہ ہلکا سا نا سمجھی میں کھلا تھا۔

"ہاں؟؟؟ یہ پلین کب بنا، مجھے تو نہیں پتا چلا۔۔۔اس نے دل ہی دل میں کیا اس سے پہلے کہ زاویار اس کی خبر لیتا۔

ہادی زویا کا انکار کے لیے کھلتا منہ دیکھ کر جلدی سے بولا تھا۔

"دیکھیں انکار مت کیجئے گا۔۔۔پچھلی بار مانم سے فون پر آپ نے کہا تھا۔نیکسٹ ٹائم آپ ہمارے ساتھ ضرور اس سے ملنے جائیں گی۔"ہادی جلدی سے بولا تھا۔
زویا چپ تھی، زاویار کا دل کر رہا تھا سڑک سے پتھر اٹھا کے ہادی کہ سر میں دے مارے ایک تو ان دونوں بہن بھائیوں کے پلین۔یہ راضی ہو گئے تھے اس کو پتا ہی نہیں چلا۔

ہادی منتظر سا ہاتھ سینے پر بھاندے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

کس ٹائم نکلنا ہے؟۔۔اور ہاں میں مانم سے ملنے جا رہی ہوں۔یہ وہ انداز تھا کہ ڈاکٹر ہادی سے اب بھی ناراض تھی۔

ہادی مسکرایا تھا۔۔ٹائم میں آپ کو تھوڑی دیر میں کنفرم کر کے ٹیکس کر دوں گا۔
زاویار ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے اندر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کرچکا تھا۔زویا مڑ گی تو ہادی دوسری جانب سے ہوتے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولتے بیٹھا۔

زاویار گاڑی ریورس کرنے گا روڈ پر ڈالنے کے بعد اس کی آواز آئی۔
"یہ پلین کون سی کالی رات میں میں نے تیرے ساتھ بیٹھ کے ڈیسائیڈ کیا تھا زرا روشنی ڈال اس پر۔" وہ سنجیدہ سا گویا ہوا۔

"ہم اسلام آباد جا رہے ہیں۔"ہادی ختمیا لہجے میں بولا۔

"تو پھر تصیح کرو تم اور زویا اسلام آباد جا رہے ہو۔میرے سونے کا پلین تھا اتنی مسشکل سے ویکینڈ آتا اور پھر میں تھکا ہوا ہوں۔"

"میں ڈرائیو کر لوں گا۔دوسری جانب اطمینان قابلِ دید تھا۔"

زاویار نے اپنی توجہ سامنے کی جانب مبذول کر لی۔"اب وہ بھینس کے آگے بین کتنی ہی دیر بجاتا جب اسے پتا تھا۔جب اسے پتا تھا کوئی فائدہ تو ہونا نہیں ہے۔اس نے جانا ہی ان کے ساتھ ہے"

گاڑی میں مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔زویا پیچھلی سیٹ پر سوئی ہوئی تھی۔زاویار آگے بیٹھا نیم دراز تھا۔ ہادی بڑی مہارت سے ڈرائیو کر رہا تھا۔گاڑی اسلام آباد کی حدود میں کب سے داخل ہو چکی تھی۔ ہادی کالے رنگ کی تنگ بلیک پینٹ پر مہرون رنگ کی شرٹ پہنے۔کھلی رنگت، مضبوط جسامت لیے، ماتھے پر گرتے گھنے بال ہمشہ کی طرح بکھرے ہوے، ہاتھ میں بیش قیمت گھڑی پہنے وہ کسی کو بھی اپنے سحر میں جھکڑ سکتا تھا۔

زاویار نے آنکھیں کھولیں سامنے راستہ دیکھتے اس نے فون نکالا اور گھر پر اطلاع کرنے گا۔

زاویار بھی اسی کی طرح اسکائے بلیو کلر کی شرٹ پر بلیک ٹائی لگائے، کالے گھنے بالوں کو جیل لگا کر سیٹ کیے، ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی پہنے اپنے ازالی سنجیدہ انداز میں مغرور شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہادی نے گاڑی ایک خوبصورت سے بنگلے کے سامنے روکی اور ہارن بجایا۔گھر کے باہر احمد ہاؤس کی تختی جمائی گئ تھی۔

گارڈ پھرتی سے دروازہ کھلتا دیکھائی دیا تھا۔زاویار نے پورے رستے میں پہلی بار پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہادی کے ہارن بجانے سے وہ تھوڑا سا کسمسائی تھی۔

زاویار نے رُح موڑ لیا۔گاڑی روکی تو وہ دونوں گاڑی سے اترے زاویار نے زویا کی سائیڈ کا شیشا ناک کیا تین چار بار۔۔پہلی اس کی نیند میں حلل پیدا ہوا، پھر ماتھے پر بند آنکھوں سے ہی سلوٹیں واضح ہوئیں پھر آنکھیں کھل گئ۔

شیشہ بجاتے انسان کو دیکھ کر وہ سیدھی ہوئی۔زاویار ہلکا سا مسکرایا ہادی گھوم کر انھی کی سائیڈ پر آ گیا۔

ملازم اندر جا کر ان کے آنے کی اطلاع دے آیا تھا۔

زویا کندھے پر بیگ ٹکاتی باہر نکلی تھی۔وہ تیوں ایک ساتھ ایسے کھڑے تھے۔ایسے کہ زویا درمیان میں تھی اور ہادی اور زاویار سائیڈوں پر۔

کندھے سے اوپر تک کٹے بالوں والی دراز قد لڑکی درمیانے نقوش لیے سامنے سے نرم گھاس کے درمیان میں فاصلے میں لگے پتھر پر پاؤں رکھتی مسکراتی ہوئی آ رہی تھی زویا مانم کو دیکھا آگے بڑھی گی۔

زاویار نے ہادی کو متوجہ کیا تو وہ یہ کہتا کان سے فون لگا گیا کہ تم چلو میں بس یہ کال سن کر آرہا ہوں۔

وہ اثبات میں سر ہلاتا لمبے لمبے ڈھاگ بڑھتے گیا۔

زویا مانم سے الگ ہوتی قریب آتی زاویار کی موم کے گلے گی۔ان نے اس سنہرے بالوں والی گڑیا کو پیار سے گلے لگایا۔

زویا اس وقت سرخ رنگ کی پیروں کو چھوتی انارکلی فراک میں موجود تھی۔گلے کے ساتھ کر کے ڈوپٹہ لیا ہوا تھا اور پیر کالے رنگ کی ہیل میں مقید تھے۔ہلکے سے میک اپ میں وہ نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

مانم زاویار کے حصار میں اسے کچھ کہتی مسکرا رہی تھی۔ایک نظر ہادی پر ڈالی تھی جو فون پر کسی کی بات پر ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے سنجیدہ سا گفتگو کر رہا تھا۔

ثریا (زاویار کی موم) زاوی سے ملتے ہادی کی جانب نظر دہرائی۔موم بس کال سن کر اندر آتا زاویار بھی ان کی نظروں کے رخ پر دیکھتے بولا۔تو ان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

زویا مانم کے ہمراہ گارڈن سے ہوتے اندر جانے لگی تھی مانم کو اندر بڑھتا دیکھ کر زاویار سنجیدہ سا بولا تھا۔

مانم ہادی بھی آیا۔
مانم پلٹی تھی۔وہ ہادی کو ایک نظر دیکھا تھا۔اب کہ ہادی کی نظر بھی اس پر پڑی تھی اس نے ہلکا سا ہاتھ ہلایا تھا لیکن یہ کیا وہ ہاتھ ہلانا تو دور کی بات مسکرائے بغیر پلٹ گئ تھی۔

زاویار اور ثریا نے ہادی اور مانم کے تاثر کو بغور نوٹ کیا تھا۔ہادی کے تاثرات سنجیدہ تھے۔

موم بھی ہلکا سا ہنستی اندر ہو لیں۔۔یہ کون سا نئ بات تھی۔زاویار نے ہادی کو فون بند کرتے دیکھا۔وہ اب اس کی جانب ہی آرہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے تم دونوں میں؟ تم لوگ راضی ہو گئے تھے نا؟" ہادی کے قریب آتے اور اندر بڑھتے زاویار نے اس سے پوچھا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا ہم راضی ہو گئے ہیں؟ اگر راضی ہوئے ہوتے نا تو میں اس وقت لاہور اپنے فلیٹ میں کچن سے بائیں جانب والے کمرے میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہوتا۔

ہادی کی بات مکمل ہوتے ہی دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کے ہنسے تھے۔آوزیں دور ہوتی جا رہی تھیں وہ دونوں آہنی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے تھے۔

نفیس سے جوڑے میں ملبوس وہ پینتالیس کے لگ بھگ تھیں۔خوبصورت نین نقش، نرم طبیعت کی ، اسٹائلش سی خاتون تھیں۔کندھے سے اوپر تک آتے سرخ بال کھلے تھے۔بادامی آنکھیں زاویار سے ملتیں تھیں۔ہادی کو ساتھ بیٹھی تھیں۔

ملازمہ چائے کے لوازمات ٹیبل پر سجا کر جا چکی تھی۔اس وقت وہ سارے وسیع لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

زاویار کے ساتھ ہی مانم براجمان تھی۔زویا بھی انہی کے ساتھ کونے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی۔

ہادی اور ثریا سامنے تھے ان کے پیچھے لگے گلاس وال سے وسیع لان کا منظر صاف دیکھائی دے رہا تھا۔

سبھی آپس میں گفتگو میں مگن تھے۔زیادہ تر باتیں ہسپتال کے اردگرد گھوم رہیں تھیں۔

مانم کے چہرے پر مایوسی چھائی تھی۔ہادی نے اندر آنے کے بعد ایک بار بھی اسے نہیں بلایا تھا۔
زاویار مسکراہٹ دبائے وقفے وقفے سے اس کے کوئی نا کوئی چھوٹے موٹے سوال پوچھ رہا تھا۔

اسے پتا تھا ابھی کچھ دیر میں گھر میں کون سی جنگ ہونے والی ہے۔

زویا اسلام آباد ہر کچھ مہینے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سے ملنے کے لیے چکر لگا لیا کرتی تھی۔لیکن مانم سے وہ براہِ راست آج وہ پہلی بار مل رہی تھی۔فون پر ایکا دوکا بار ہادی نے بات کروائی تھی اس کی اس لیے وہ تھوڑا بہت اس کے بارے میں جانتی تھی۔
انکل اور آنٹی تو دو تین مہینے بعد ہسپتال زاویار اور ہادی سے ملنے کے لیے چکر لگا لیا کرتے تھے۔اس لیے ان سے بھی پہلے مل چکی تھی۔

ہادی کو ماما کے ساتھ شرگوشیوں میں گفتگو کرتا دیکھ کر زویا اور زاویار کو آپس میں مگن دیکھ کر وہ ایک خفا سی نظر ہادی پر ڈالتی باہر کی جانب بڑھ گئ۔

اس کے جاتے ہی آپس میں کئ نظروں کے تبادلے ہوئے تھے۔ہادی زاویار کو، زاویار موم کو اور موم ہادی کو دیکھ رہیں تھی۔

سب کے چہروں پر معنی خیز مسکراہٹیں تھی۔زویا کے لیے یہ سب نیا تھا اس لیے وہ نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

ہادی اٹھ کھڑا ہوا اور باہر چلا گیا۔
زویا نا سمجھی سے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی ہادی باہر نکلا تھا۔

"ابھی تھوڑی میں آپکو سمجھ میں آ جائے ہمارے یہاں آنے کا مقصد۔"زویا نے اب بھی جاننے کا تجسس لے کر زاوی کی جانب دیکھا۔

مانم دوبارہ سے اندر آتی دیکھائی دی تھی ہادی کو نا پا کر چوکھٹ پہ ہی ٹھہر گی۔اور موم کی بات سننے گی جو وہ کہہ رہیں تھی۔

"ہمیشہ سے یہی دستور رہا۔زاویار کی بے وجہ کی جھڑک سنتا آیا ہادی۔(زویا کو یاد آیا ہر بار ہسپتال میں وہ اس کی ڈھال بن جاتا وہ دھیرے سے مسکرائی) اور مانم کی ناراضگی کا سن کے دوڑا چلا آتا ہے۔ دلوں میں جگہ بنانا سب کو اپنی بند مٹھی کی طرح جوڑ کر رکھنا اس کی بچپن سے عادت ہے۔
حالانکہ وہ صرف زاویار کا دوست ہے۔
مومممممم۔۔۔۔چوکھٹ پر کھڑی مانم اور صوفے پر بیٹھا زاویار دونوں تڑپ ہی تو گئے تھے۔"ہمارا بھائی ہے وہ"

مانم تو پچ موم کی سوچ پر افسوس کرتے واپس ہو لی۔اور زاویار افسوس سے موم کو دیکھ رہا تھا اس سے پہلے وہ بھی اٹھ کے جاتا۔

وہ جلدی سے بولیں تھیں۔"ہادی نے کہا تھا مجھے مانم کو ایموشنل بلیک میل کرنا" میں تو بس اپنا کام کر رہی تھی۔وہ کندھے اچکاتے سادگی سے بولیں تھی۔

"اس گدھے کی جان تو میں لوں گا نا بہت شوق ہے اس کو ہمارے ایموشنز کے ساتھ کھلنے کا۔"زاویار تپا ہوا تھا۔

زویا زاویار کے ری ایکشن پر نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی۔

گھر کے داخلی دروازہ جو کہ لان سے ہو کر آتا تھا وہ انہیں سیڑھیوں پر بیٹھا مانم کا انتظار کر رہا تھا۔

دھڑام سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی اور یکے بعد دیگرے اس کے کئ آنسو ٹوٹ کر زمین پر گرے تھے۔

اسے پتا تھا کہ وہ جانتا وہ آئی ہے "لیکن جان کر انجان بننا اس کی شروع سے عادت تھی۔"وہ ہچکی بھرتے اس کے ساتھ بیٹھی اور اس کے ایک بازو کو اپنے حصار میں لیتی اپنا چہرہ اس پر ٹکایا تھا۔

آنسو یکے بعد دیگرے نکلتے کنپٹی سے ہوتے ہادی کی شرٹ کے بازو میں جذب ہو رہے تھے۔

بہت برے ہیں آپ، کبھی بات نہیں کروں گی، اتنے دونوں بعد آئے ہیں، اب بھی بات نہیں کر رہے، غلطی آپ کی تھی اب کہ ایک ہچکی بھی ابھری تھی۔

ہادی نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ایسی نگاہ کے کہنا چاہ رہا ہو واقعی میری غلطی تھی۔مانم نے جلدی سے آنسو صاف کیے تھے۔

سوری بھیا۔۔۔

کب سے پیچھے ہے وہ؟؟ کب تک رشتہ لائے گا؟؟

مانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا (اُسے کیسے پتا چلا) وہ نگاہ ہٹائے بغیر اس کی آنکھوں میں سنجیدگی سے جھانک رہا تھا۔

مانم نے تھوک نگلا گلے میں گلٹی اوبھر کے معدوم ہوئی تھی۔وہ اپنے بھائیوں سے دوستوں کی طرح رہا کرتی تھی ہر بات جو دل میں ہوتی تھی کہہ دیا کرتی تھی۔یہ پہلی بار وہ کوئی بات کہتے رک گئ یہ سوچتے کہ وہ دونوں پتا نہیں کیا سوچیں گے۔
وہ کیسے بھول گئ تھی کہ وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھے۔

"انکل آنٹی کو بتایا؟ "

"نہیں۔۔۔"مانم نے یک لفظی جواب دیا تھا۔
میں مل لوں گا آج اس سے میری بات ہو گی ہے۔

"تم بھی پسند کرتی ہو؟ "

"نہیں۔۔۔"وہ ہادی کے گیلے شرٹ کے بازو کو دیکھتے بولی تھی۔

"نہیں کرتی مانم میں ریجیکٹ بھی کر سکتا ہوں؟؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا نا؟؟ "

"پسند کا نہیں پتا مجھے لیکن مجھے اچھا لگا تھا۔ڈیسنٹ ہے، عزت کرتا میری، ڈائریکٹ رشتہ لانے کی بات کر رہا تھا۔"

" اریج میرج ہے نا؟" اب کہ وہ نرمی سے بولا تھا۔

مانم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے الٹا سوال کیا تھا۔"آپ کو کیا لگتا؟"

"مجھے تو ڈائن کا سایہ ہمارے سر سے اترتا نظر آ رہا شکر الحمدللہ۔"ہادی نے تو باقاعدہ آمین کرنے کے سے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرتے اسے چیڑایا تھا۔

" وہ اس کی بات نظرانداز کرتی بولی تھی۔آپ نے مجھے منایا نہیں ہے نا"

"حالانکہ منانا تو تمہیں مجھے چاہیے تا کہ میں انکل آنٹی سے تمہاری کوئی نکاح کی بات کروں۔"

منگنی مانم نے انگلی اٹھا کے وارن کرتے تصیح کی تھی۔

"جان چھوڑو یار ہماری جاؤ۔"ہادی شرارتی انداز میں ہاتھ جوڑتے بولا تھا۔

"ایسے تو نہیں جانے والی میں۔ویسے نا آپ کے لیے لڑکی ڈھونڈی ہے میں نے۔"

"میں نے بھی ڈھونڈ لی ہے اپنے لیے۔"

"واٹ؟؟؟؟" مانم چیخی تھی۔

ہادی نے مسکراہٹ دباتے لان کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

مانم نے آگے جاتے ہادی کو کہنی سے اپنی جانب دھکیلا تھا۔اور لڑاکا انداز میں بولی۔"کون ہے؟؟"

اندر بیٹھے تین نفوس باہر انہیں دیکھ کر مسکرائے تھے۔

ہم بھی باہر چلیں زویا نے زاویار کی جانب دیکھا۔

ہاں بیٹا کیوں نہیں جاؤ دونوں ثریا نے پیار سے دونوں کو کہا۔میں زرا چکن میں نظر دہراؤں کیا چل رہا وہاں پر وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔

"پہلے تم بتاؤ ؟؟"

"میں نے زویا ڈھونڈی ہے آپ کے لیے۔۔"ہائے کتنی پیاری ہے نا وہ مانم میں دونوں ہاتھوں سے اپنے گل چھپائے تھے۔

"ڈاکٹر زویا؟؟ میرے لیے؟؟" اس نے سینے پر دستک دیتے اپنی جانب اشارہ کیا تھا۔

"ہاں نا آپ کے لیے۔۔۔کیا نہیں اچھی لگتی آپ کو؟؟ " جانچتی نظروں سے دیکھتے بولی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔وہ بہت اچھی ہیں، لیکن میں کبھی اس طرح سے نہیں سوچا ان کے بارے میں۔"وہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"مطلب میں زویا کو آپشن میں لاک کر کے رکھ سکتی ہوں؟؟ " وہ چہکی تھی۔

ہاں کرلو۔۔۔ہو سکتا کسی کا۔۔۔۔لیکن میرا دل تو تم میں پوچھا ہی نہیں۔۔۔ہادی بولتے بولتے چپ ہوا تھا۔

سامنے سے زاوی اور زویا آتے دیکھائی دیے تھے۔

مانم نے ہادی کی نگاہوں کے تعاقب میں رخ پھیرا تھا تو وہ دونوں مسکراتے چلتے آ رہے تھے۔

ان کو دیکھتے زویا، ہادی کی پسند پوچھنا بھول چکی تھی۔ کہیں باہر چلیں گھومنے مانم چہکی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں مزہ آئے گا"۔زویا قریب آتے سنہری بالوں کی لٹ کان کے پیچھے کی۔

"تم لوگ پلین ڈن کرو میں زرا پانچ منٹ میں چینج کر کے آیا۔"کہتے ہی اس نے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

"دو آنسو کیا بس ان کی شرٹ پے میرے گر گئے ہیں ان کو چینج کرنا۔۔۔ہونہہ مانم میں ہی بڑبڑائی۔۔۔ایسی بڑبڑاہٹ کہ پاس کھڑے زاوی اور رویا نے بھی سنی تو وہ ہنس دیے۔

پھر کہاں جانا؟؟ زاویار لان میں پڑی کرسیوں میں سے ایک کھنچتے دونوں کے سامنے بیٹھتے بولا۔

گول گپے کھانے۔۔۔یہ کہتے ہی زویا کہ منہ میں پانی بڑھ آیا تھا۔

مانم بھی پُر جوش ہوئی تھی۔اسی دوران ایک ملازمہ مانم کو اندر بلانے آگئ تو وہ ایکسکیوز کرتی اندر موم کی بات سننے چلی گئ۔

وہ دونوں پیچھے اکیلے رہ گئے تھے۔
آسمان پر ہلکے جامنی رنگ کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

دونوں کے درمیان نا محسوس سی خاموشی چھا گی۔۔بات کرنے کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے۔

زاویار نے زویا کو دیکھ تو وہ دھیرے سے مسکرا دی، تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"بہنیں بھائیوں سے لاڈ اٹھواتی کتنی اچھی لگتی ہیں۔"آہنی دروازے کو دیکھتی بولی جہاں سے ابھی مانم غائب ہوئی تھی۔
"آپ اپنے بھائیوں کو مس کر رہیں ہیں نا یقیناً۔۔۔ارے ہاں مجھے یاد آیا، علی بھی تو اسلام آباد ہی ہے آپ نے ملنا اس سے؟

اگر آپ کہتی ہیں تو میں لے چلتا ہوں۔"زاویار زویا کے سب سے چھوٹے بھائی کا ذکر کرتے بولا جو پڑھائی کی غرض سے اسلام آباد ہوتا تھا۔

ہ۔۔۔ہاں وہ میں نے ہادی سے کہا تھا۔ہادی کہ رہا تھا کہ اس نے گھر جانا تو راستے میں ڈراپ کر دے گا اور واپسی میں پک کر لے گا۔کندھے پر دوپٹہ ٹکاتے بتاتی گی۔

ہاں کوئی مسئلہ نہیں اگر میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں۔زاویار سمجھتے بولا۔

ڈاکٹر زاویارررررر۔۔۔۔۔زویا کو اس کے انداز پر افسوس ہوا اور ٹانگ اس ٹانگ ہٹاتی سیدھی ہو کر بیٹھی۔"آپ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں؟؟؟"

"میں نے تو کچھ بھی ایسا نہیں سوچا۔"آسمان پر اڑتے پرندے کو دیکھتے بولا تھا۔

"آپ میرے ساتھ چلیں گے؟" اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے بولی تھی۔

"کہاں؟" اب کہ وہ انجان بنا تھا۔

"جنت میں جا رہی تھی تو سوچا کیوں نا راستے میں آپکو جہنم میں دھکیل دوں۔"زویا کے موڈ کا تو بیڑہ غرق ہی ہو گیا تھا۔

"ہاہاہاہاہاہا" زاویار کا تو اس کی بات پر فضا میں قہقہہ بلند ہوا تھا۔

لان میں داخل ہوتی مانم کی تو آنکھیں ہی خیرت سے پھیل گئیں تھی۔

زویا آنکھیں گھومتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اچھا روکیں تو سنی۔۔۔زوایار فوراً سے کھڑا ہوا تھا۔
ہم چلیں ایک ساتھ؟؟ زویا کے جملے میں "آپ سے ہم" میں ردوبدل کرتے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

زویا کی آنکھیں خیرت سے پھلیں تھی، دل میں ایک بیٹ مس ہوتی تھی خود کو سنبھالتے میں سر ہلا گئ تھی۔

وہ دونوں سر جھکائے باہری گیٹ کی جانب قدم سے قدم ملاتے چل دیے۔

"پھر کہاں کا پلین بنا؟" لان میں ساتھ ساکت کھڑی مانم کو ساتھ چلایا تھا۔زاویار اور زویا کو گاڑی کی جانب بڑھتا دیکھ رہا تھا۔

ہادی کے ماتھے پر گرتے بال آگے سے گیلے ہو کر آپس میں چپکے تھے۔بلیک شرٹ جس کا اوپر بٹن کھلا تھا، خاکی زنگ کی تنگ پینٹ پہنے، بازوں کے کف موڑے وہ دونوں بھی انہیں کے پیچھے چل دیے۔

بھیا مانم نے آواز دی تھی وہ زویا کے لیے گاڑی دروازے کھول رہا تھا۔
کہیں جا رہے ہیں اب وہ دونوں بھی قریب آ چکے تھے۔

ہادی وہ میں زاویار کے ساتھ علی سے ملنے جا رہی تھی۔زویا ہادی کو محاطب کرتے بولی۔

ہاں کوئی مسئلہ نہیں۔ہادی مسکراتے بولا تھا۔اندر سے مانم کی بات یاد آئی آپ کے لیے زویا کو پسند کیا۔اسے نا جانے کیوں اس کا یوں اس کے ساتھ نا جانا برا لگا تھا۔وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو اب؟ "زاوی پیچھے سے بولا۔

"میں گھر جا رہا تھا۔"واپسی پر لاہور ایک ساتھ چلیں گے۔

"میں بھی آنٹی سے ملنا تھا اگر تو تھوڑی دیر صبر کر لے میں زویا کو علی سے ملوا لاؤ۔"زاویار گاڑی کی چابی ہاتھ میں گھماتے گویا ہوا۔

"چلو میں انتظار کر رہا ہوں!!"

"ہاں بس ہم جلدی سے " زویا کے سائیڈ کا دروازہ کھولتے اور دوسری جانب بیٹھا تو گارڈ نے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی گیٹ سے باہر ہو گئ۔

ہادی کو دوبارہ گاڑی کی جانب بڑھتا دیکھ کر مانم نے منہ بنایا تھا۔ابھی وہ کچھ کہتی کہ پیچھے سے گاڑی کی آواز سنتے ثریا لان سے آتیں ہوئی بولیں تھی۔

"یہ ساری شاہی سواریاں کہاں جا رہیں ہیں۔"زویا اور زاوی بھیا تو علی سے ملنے گئے ہیں۔

اور ہادی بھیا مجھے ڈونٹ دلانے کے جا رہے ہیں۔ہادی خیرت سے پیچھے مڑا تھا۔ چلیں ہادی بھیا؟؟

"یہ تو میرا انداز تھا نا، ایسا تو میں زاوی ساتھ کرتا ہوں،،، کاپی کیٹ کہیں کی۔ہادی دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا"

"بیٹے کھانا تیار ہونے والا بس باہر سے کچھ نہیں کھا کر آنا۔"

"موم کھانا گھر سے ہی کھائیں سے ہم یہ بس چکرلگا کر آئے۔"وہ کہتی مڑ گئ اور گاڑی میں فکس ہو کر بال جھٹکتے بیٹھ گئ تھی۔

ثریا بھی واپس اندر موڑ گیں تو ہادی اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔"نکلو باہر، پتا میں کس سے ملنے جا رہا ہوں؟؟"

"تم کہاں ساتھ فکس ہو رہی ہو، کوئی عقل مت ہے؟؟" مانم کو گھورتے بولا تھا۔

گاڑی میں فکس ہو رہی ہوں وہاں اندرآپ کے ساتھ نہیں جاؤ گی۔زیادہ مت جلادی بنیں۔زاویار بھیا نے بھی آفر نہیں کی مجھے۔اب کیا میں اکیلی گھر رہوں۔مجھے یہ منظور نہیں ہے۔۔وہ نان سٹاپ شروع ہو چکی تھی۔

"اچھا زیادہ دماغ نہیں کھاؤ، اب میں دیکھو تمہاری رخصتی کا رواں گا ڈائریکٹ۔"اپنے پیروں پر گھومتے دوسری سائیڈ پر گاڑی میں بیٹھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہونے والا اب نا زیادہ ہی اوور ہو رہے۔"مانم رخ شیشے کی جانب کرتے ہونہہ کیا۔

ان کی نوک جوک سارے رستے ایسے ہی رہنی تھی۔
وقت پے سب واپس آ گئے تھے۔ہادی کو مانم کے لیے وہ لڑکا پسند آیا زاویار اور زویا بھی علی سے مل آئے تھے۔تو زاویار ہادی کے ساتھ اس کے گھر گیا۔شام میں دونوں واپس آئے۔

زاویار کو ضروری کام کے لیے کال آ گئ تو وہ تینوں نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

زویا کو گھر اتارا تو ان کی ملاقات اس کے بابا سے ہو گئ جو کہ زویا کے لیے بھی ایک سرپرائز ہی تھا۔
کافی اندر آنے پر ان نے اصرار کیا لیکن وہ دونوں آئندہ آنے کا وعدہ کرتے چلے گئے۔۔۔

ایسے ایک حسین دن کا اختتام ہوا۔۔۔۔

شانزے اسے واش روم میں لا کر اس کے چھوٹے سے باتھ ٹب میں بیٹھایا۔

وہ ابھی تک روئے ہی جا رہا تھا۔شانزے نے ٹب بڑھنا شروع کیا تو اس کے آنسو تھمتے تھے پل میں ہی وہ چہکا تھا۔

"یہ عادت اس نے انوش سے لی تھی۔پل میں خوش، اور پل میں اداس ہونے والی۔"

اب وہ پانی میں ہاتھ چلاتے چہک رہا تھا۔شانزے نے سکھ کا سانس لیا اب وہ اسے سکون سے نہلا رہی تھی۔

ایک دم سے وائپر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکیں تھی۔اسی پل انوشے واش روم کے دروازے پہ نمودار ہوئی۔

"نہا لیا اس نے شانزے؟؟ "

"بس ہو گیا۔۔"شانزے اس کو ٹاول میں لپیٹنے کے لیے آگے بڑھی تھی۔

"نو نو۔۔۔ تانزے،انو۔۔۔۔صائم وائپر دائے دا۔"وہ ہاتھوں کو دائیں سے بائیں ہلاتے پھر سے آنسو بہانے لگا تھا۔

"صائم میرے سے آپ کی پٹائی ہو جانی ہے کوئی نا کوئی اس لڑکے نے سوچ کر رکھی ہوتی ہے۔تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔لے کے آؤ اس کو کمرے میں۔"وہ سختی سے کہتی پلٹ گئ تھی۔

اور صائم اس کے اس انداز پر مزید حلق پھاڑ کر رونے کے ساتھ ساتھ ہچکیاں بھی لے رہا تھا۔

جیسے تیسے کر کے شانزے اس کو ٹاول میں لپیٹتی کمرے میں لائی۔

کمرے میں لگی گھڑی کے مطابق ابان کے آنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

"آپ کام کر لو میں ریڈی کر لیتی ہو اسے، اور آئندہ کچھ بھی الٹا سیدھا کرے مجھے اسی ٹائم بُلا لینا"اس نے روتے ہوتے صائم کو شانزے سے لیتے ہدایت دی۔

شانزے اسے دیتے سر ہلاتی کمرے سے باہر نکل گئ۔

انوش نے ٹاول میں لپٹے صائم کو بیڈ پر بیٹھا۔وہ ہچکیاں لیے جا رہا تھا۔

"صائم ماما کی جان۔۔۔"انوش سے اسے اپنے ساتھ لگانا چاہا۔

"نو م۔۔ماما بیوقوف۔۔۔بابا ہینڈسم۔۔۔ص۔۔۔صا ئممم ب۔۔بابا پاس جائے دا۔"وہ انوش سے پیچھے ہوتے ہچکیوں کے درمیان بولا تھا۔

انوشے اور آبان کے بولے جانے والے الفاظ کو کاپی کرنے والی مشین تھی یہ

انوش کو بے اختیار ہنسی آئی تھی۔اگر ابان اس وقت اس کے منہ سے یہ سن لیتے ان کی خوشی کی تو انتہا ہی نہیں ہونی تھی۔

انوش نے آگے ہاتھ بڑھایا۔۔۔

لیکن صائم کو پھر اپنا وائپر بھول ہی نہیں رہا تھا۔وہ روئے چلے جا رہا تھا اور اب انوش کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

حویلی کی حدود میں دو گاڑیاں آگے پیچھے داخل ہوئیں تھیں۔ملازم نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اس نے حویلی کی پتھریلی روش پر پاؤں رکھا۔ملازم دوسرے سائیڈ سے دروازہ کھول کے کوٹ ٹائی اور گلاب کے پھولوں کا بکے باہر نکل کے اس کے پیچھے پیچھے لے آیا تھا۔

آہنی دروازے کے پاس پہنچ کر ایک ملازمہ نمودار ہوئی اور ملازم کے ہاتھ سے کوٹ پکڑ لیا۔

باقی بھی سب لے آنا۔۔۔
سرخ پھولوں کا بکے لیے ہدایت دیتا وہ راہداری پار کرتا سیدھا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔جہاں سے رونے کی آوازیں برابر آ رہی تھیں۔

دروازہ کھولتے سامنے کا منظر کچھ یوں تھا کہ انوش صائم کو پینٹ پہنا چکی تھی اور شرٹ کا ایک بازو پہنایا جا چکا تھا اور دوسرا وہ پہن ہی نہیں رہا تھا روئے چلا جا رہا تھا۔

دونوں ماں بیٹے کی نظریں بیک وقت دروازے کی جانب اٹھی تھیں۔

انوش اسے دیکھتے کھڑی ہوئی تھی۔

صائم بھی ابان کو دیکھتے ہی چپ ہونے کی بجائے مزید رونے لگا تھا۔وہ بیڈ سے نیچے اترے کو بے تاب۔

انوش نے اس کے سامنے ہاتھ رکھا۔

ابان قدم قدم چلتا بیڈ کے پاس آیا۔وہ دونوں ماں بیٹا ایسے بے تاب تھے جیسے برسوں کے بچھڑے ہوں۔

کیا یار انوش ابھی ہمارا صرف ایک بیٹا تو یہ حال ہے جب ہماری بیٹی بھی ہو گی تو کیا بنے گا آپ کا۔

وہ اس کے ہاتھ میں بکے پکڑتا صائم کو اٹھا رہا تھا۔انوش جو خود بھی رونے کے بلکل قریب تھی۔

ابان کی بات پر اس کے گالوں میں مزید سرخی دوڑی تھی۔سدا شکر کے وہ اپنے زادے کی جانب متوجہ تھا۔صاحب

انوش نے اسے غور سے دیکھا گلے سے ٹائی غائب،شرٹ کا بٹن بھی کھلا تھا۔کوٹ بھی نہیں تھا عموماً ایسا تب ہوتا تھا جب وہ بہت تھکا ہارا گھر آتا تھا۔

وہ اتنا تھکا ہوا تھا لیکن وہ کہتا کیوں نہیں تھا کہ وہ تھکا ہوا ہے؟؟

انوش کو وہ عام مردوں سے بہت مختلف لگتا تھا۔ہر پل اس کا بوجھ بانٹنے کے لیے بے تاب۔ہاں وہ اس کے حصے کا بوجھ خود اٹھا لیا کرتا تھا۔وہ کیوں تھا ایسا؟؟

اس کی زندگی میں بھی کمیاں تھی۔وہ کیوں نہیں دل کا بوجھ بانٹتا تھا؟؟ اس کا بھی سب چھین لیا گیا تھا نا میری وجہ سے؟؟ وہ کیوں نہیں گلہ کرتا تھا؟؟

"انوشے کا سب کچھ کھو گیا تھا،، ابان نے اپنا سب کچھ اس کے لیے کھو دیا تھا۔"

اس کی آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگیں تھیں۔وہ اپنی ذات میں اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی۔

ابان نے انوش کی جانب دیکھا تو وہ ہاتھوں میں بکے لیے زمین پر کسی غیر مرئی نقطے پر ساکت تھیں۔

بابا۔۔۔صائم کو توئی کام کرنے نہیں دیتا۔وہ معصومیت سے اپنی آنکھیں بڑی کرتے آنسوؤں سے بھرتے بولا۔
بابا صائم توکوئی واپئر دانے نہیں دیتا۔۔۔صائم کی باتوں پر ابان کے ہونٹوں پر شریر مسکان واضح ہوئی تھی۔

کیوں بھئ صائم کی ماما صائم کو کام کرنے نہیں دیتی اس نے انوش کو کندھے سے تھام کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔

انوش کی آنکھ سے بے اختیار آنسو ٹوٹ کر بکے پر گرا تھا۔ابان کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ چونکا تھا۔خود کو کمپوز کرتے صائم کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

اسی پل دروازے پر دستک ہوئی۔۔انوش کے کندھے سے ہاتھ ہٹائے اور چوڑے شانے لیے اس کے آگے کھڑا ہوا تھا۔اس طرح وہ بھل بھل بے آواز آنسو بہاتی اس کے پیچھے چھپ گئ تھی۔

"آجاؤ" اندر آنے کی اس نے اجازت دی

دو ملازمہ ہاتھ میں بچوں والی گاڑی لیے اندر داخل ہوئے۔

صائم کی آنکھیں چمکیں۔۔بابا کار۔۔۔بابا صائم کی کار۔۔۔ہائے نیو کار۔۔۔۔اس نے دونوں ہاتھ خیریت کے مارے منہ پر رکھے رونا بھول چکا تھا۔
باہر لے جائیں دھیان سے اسے وہاں کھیل کے گا۔
ابان نے صائم کو نیچے اتارا تو وہ بھگتا ہو گاڑی کے پاس گیا۔شانزے اور دوسری ملازمہ صائم کو لیے دروازہ بند کرتے واپس مڑ گئے۔

اب کہ وہ انوش کی جانب گھوما۔

"آج میں ان آنکھوں میں نمی کی وجہ جان سکتا ہوں؟ " وہ اسکی آنکھوں کے کناروں کو اپنی انگلیوں کی پوروں کی مدد سے صاف کرتے ہوئے نرمی سے بولا۔۔

"ابان۔۔۔"اسنے بھرائی ہوئی آواز میں اسے پکارا۔

"جی جانِ ابان " وہ محبت سے چور لہجے میں اسکے سرخ چہرے پر چھوٹی سی ناک دیکھتے ہوئے بولا۔

"ابان آ۔۔۔آپ مجھے چھوڑدیں ، میں آپ کو ڈیزرو نہیں کرتی۔"وہ ابان سے اپنی نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"انوشے۔۔۔۔۔۔"اسکا لہجہ اسکی بات سنتے ہوئے سپاٹ ہوا، درشتگی سے اسے ٹوکتا وہ اسے بازوؤں کو زور سے تھام چکا تھا۔

"آج کہہ دیا آئندہ نہ کہنا ، آج سن لیا آئندہ نہیں سنوں گا، میں نے اپنا سب کچھ آپ کو چھوڑنے کے لیے نہیں چھوڑا تھا انوش۔۔۔، آخر کب آپ کو میری محبت ان فضول وسوسوں سے نکالنے میں کامیاب ہوگی۔۔۔"آخر میں وہ تھکی ہوئی آواز میں بولا، وہ تھک چکا تھا، اسے یہ سمجھاتے سمجھاتے کہ وہ اس کے لیے کتنی اہم ہے۔۔۔

مجھے اب لگنے لگا ہے ، میری محبت، میرے تحفظ دینے میں کہی نا کہی کمی تو ضرور رہ گئ ہے، جو آج تک آپ مجھے ہی نہیں سمجھ پائیں" وہ نم آواز میں کہتا انوشے کو بے چین کرچکا تھا۔

ابان۔۔۔وہ تڑپ ہی تو گئ تھی، وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی، لیکن ابان کی آواز میں نمی ، اسکو دکھ دینے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔

وہ یہ کہتے ساتھ ہی اس کی ہچکی ابھری۔۔۔۔

اس افتدا پر وہ مسکرایا تھا۔۔۔وہ جانتا تھا اب یہ آنسو اسکے ناراض ہوجانے کے ڈر سے بہائے جا رہے ہیں۔وہ خاموشی سے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

"مت تنگ کیا کریں مجھے مسز ابان ، میری ناراضگی تو آپ برداشت کر نہیں سکتی، تو پھر کیوں ایسے کام کرتی ہیں۔۔۔"

"خاموش ہوجائیں۔۔۔۔"وہ اسکے سینے پر ایک مکا رسید کرتے ہوئے نروٹھے پن سے بولی۔

جواباً اسنے قہقہہ لگایا۔۔۔

"رشتے میں محبت اور احترام دونوں جانب سے ہو تو تب ہی وہ زندہ رہتے ہیں ، وگرنہ وہ رشتے تو ہوتے ہیں لیکن زندہ نہیں ہوتے۔"

دو ہفتے بعد۔

فیصل ہاوس کی بلائی منزل کے دوسرے فلور کے ایک کمرے سے ڈرائیر چلنے کی آواز آ رہی تھی۔

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنے سنہری گیلے بالوں کو خشک کرنے میں مگن تھی۔سامنے لگے آئینے میں اس کا عکس واضح تھا۔قرمزی رنگ کی گھنٹوں سے نیچی تک آتی قمیض،چوڑی دار پاجامے اور گھصہ پہنے وہ آج باربی کیو پارٹی کے لیے تیار تھی۔

آج اس نے عام دونوں کی مناسبت سے ہٹ کے اپنے جوڑے کا انتخاب کیا تھا۔ورنہ وہ ایسے کپڑے کم ہی پہنا کرتی تھی۔

لان میں آئیں تو ایک سائیڈ پر ایک انگیٹھی رکھی گئی تھی جہاں زاویار جینز کی پینٹ پر گرے کلر کی گول گلے والی شرٹ کی آستین فلوڈ کیے، بادامی آنکھوں سے دیکھتے سیخ پر تیکے چڑھا رہا تھا۔مسسز فیصل (اماں) بھی پاس کھڑی اسے اپنی جوانی کے دونوں کا قصہ سنا رہی تھیں۔

انگیٹھی کے پاس ایک ملازمہ کھڑی تکوں کی سائیڈ بدل رہی تھی۔

زاویار چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ لیے سنتا پھر کوئی جواب دیتا اور دونوں ہلکا سا ہنس دیتے۔

ماتھے پر گرتے بال، ہیزل براؤن آنکھیں جو رات کے اندھیرے میں گہری کالی لگتی تھیں، کالی پینٹ پر کالی ہی شرٹ زیب کیے اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ وہ پرکشش لگ رہا تھا۔(ہاں وہ تھا ہی پرکشش، اتنا دل کو چھو لینے والا انداز تھا اس کا۔ہاں اس کا اندازہ دل کو بھاتا تھا) ہادی اور فیصل (زویا کے والد)بیٹھے کسی مریض کی بات کرتے تبصرہ کر رہے تھے

وہ کھندے پر کنٹراسٹ بلیک رنگ کا دوپٹہ ڈالے موبائل پر میسج ٹائپ کرتے لان میں داخل ہوئی۔

ہائے ایوری باڈی۔۔۔

السلام وعلیکم!! زویا ہادی نے ہشاش بشاش لہجے میں کہا۔

اس کو کبھی عقل نہیں آسکتی اتنے ہائی کلاس سکول میں پڑھانے سے اچھا تھا کسی ٹاٹ والے سکول میں اس کو داخل کرواتی۔۔۔زاویار کے ساتھ باتوں میں مشغول مسسز فیصل لمبی سانس حارج کرتے بولیں۔

زاویار نے زویا کو ایک نظر دیکھا اور سر جھٹکا۔(انداز ایسا تھا جیسے یہ کبھی نہیں سدھر سکتی)

وعلیکم السلام !! ڈاکٹر ہادی ابراہیم وہ دانت پیس کر بولی۔(ہادی ابراہیم کا پورا نام لینا ایک اشارہ تھا کہ ہادی زویا سے اب بات مت کرنا بتمیز نہ ہو تو)

کم اون موم۔۔۔آج کوئی لیکچر نہیں زویا بے زار ہوئی۔

ہاں بھئی آج میری لاڈلی کو کوئی تنگ نہیں کرے گا فیصل ان کی نوک جھونک انجوائے کرتے اپنی لاڈلی کی طرف داری کرتے بولے۔

ہادی کے برابر والی کرسی کھنچتے سامنے میز پر موبائل رکھتے وہ بیٹھی۔

زاویار فیصل صاحب کی بات پے مسکرایا۔

ہادی یہ آج یہ اپنے ساتھ کس بندے کو اٹھا لائے ہو ہائے اللہ یہ تو مسکراتا بھی ہے زویا حیران ہوتے ہلکی سی سرگوشی میں گویا ہوئی۔

اہ۔۔۔۔ہادی کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ زویا کے والد نے بات کا آغاز کرتے اسکا نام پکارہ تو سب ہی اس جانب متوجہ ہوئے۔

ہادی بیٹا اور زاویار بیٹا آپ لوگوں کی بھی کافی جان پہچان ہو گئ تو اگر کوئی پڑھا لکھا اچھی فیملی کا لڑکا نظر میں ہو تو ضرور بتایئے گا۔

(زویا کی شادی؟)ہادی کے گلے کی گلٹی ایک بار اُبھر کے غائب ہوئی۔

جی انکل کیوں نئ ضرور ہماری نظر میں تو ایسے گھرانے ہیں لیکن جانچ پڑتال کر کے اچھا ملا تو ضرور بتائیں گے۔اب کے زاویار سیٹ پر لگے تکوں کی سائیڈ چینج کرتا عام سے اندازہ میں بولا۔

ہادی نے زویا کو کنھکیوں سے دیکھا تاکہ وہ زویا کہ تاثرات جانچ سکے لیکن وہ تو سامنے کھڑی ملازمہ کو دیکھ کر مسکرائی تو ملازمہ زرا جھمپ گئی۔

"تو پھر زویا کب تک شادی کا ارادہ ہے آپ کا؟ "ہادی کو لگا تھا یہ پوچھتے کوئی اس کا دل مٹھی میں بند کر رہا۔

میرا۔۔زویا نے شہادت کی انگلی اٹھاتی قدرے حیرانگی سے اپنی جانب اشارہ کیا اور پھر مسنوئی شرما کر ہادی کی جانب گھومی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔"جیسے ہی کوئی سندر سشیل سگھڑ لڑکا مل گیا کر لیں گے شادی۔"

زاویار نے گھوم کر اس کا اندازہ دیکھا دیکھا۔(پتا نہیں کس کی قسمت کو گرہن لگنا۔افففف خیالات تو دیکھو سندر سشیل ہونہہ۔زاویار نے جھرجھری لی)۔۔فیصل نے ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کی۔

"ہاں جی۔۔۔جِیسے امورِخانہ داری میں مہارت حاصل ہو اور جس کا برداشت کا پیمانہ وسیع ہو جب ہی ایسا لڑکا مل گیا کر دیں گے ہم اس کی شادی۔"مسسز فیصل زویا کی بات کو مکمل کرتے ضبط سے بولیں۔

زویا کا تو موم کی بات پر منہ ہی کھل گیا تھا۔"ہماری ماؤں کے دن ہماری بے عزتی کے بغیر ادھورے ہوتے ہیں"لان کی فضا میں کئی قہقہے بلند ہوئے۔

"لیکن ابھی اس نکمی اولاد کا نہیں دیکھنا رشتہ ابھی بیٹے یہ ہماری بیٹی کے لیے دیکھنا ہے۔اس کے والدین نے ہمیں یہ ذمہ داری دی ہے۔"ان نے ساتھ کھڑی ملازمہ کی تھوڑی کو ہاتھ میں لیتے محبت سے بولیں تو قدرے جھمپ گئ۔۔

ہادی کی اٹکی سانس بہال ہوئی وہ دوبارہ سے اپنی جون میں واپس آ گیا۔(لیکن یہ کیسا احساس ہے؟ افففف یہ مانم کی بچی نے پتا نہیں کیا دماغ میں بات گھسائی ہے میرے۔ہاں وہ بس میری دوست ہے شاید اس لیے۔۔۔اس نے سوچ کر خود کو تھپکی دی)

شام قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی فصیل ہاؤس کے لان میں رونک یونہی برقرار تھی۔

****

بلیک ہلکس کچے پکے راستوں پر بہت مہارت کے ساتھ دوڑ رہی تھی، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا وہ بہت مہارت سے ہر موڑ کاٹ رہا تھا، اپنے مخصوص گیٹ اپ میں موجود وہ اپنے مضبوط ہاتھ اسٹئرنگ پر جمائے، گاڑی کو جہاز کی طرح اڑا رہا تھا، اسکے ساتھ والی سیٹ پر مس ایل بیٹھیں ، خود کو گرنے سے بچانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔،

"اللہ اللہ ھیلر بے مارنے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے بولیں۔

"انٹرسٹنگ اولڈ لیڈی، بچاس سال سے زاہد زندگی گزارنے کے بعد بھی آپکو مزید جینے کی خواہش ہے۔؟" وہ لہجے کو شرارتی بناتا بظاہر سنجیدگی سے بولا۔

"خدا کو مانو! کیا اول فول بک رہے ہو، پچاس سال سے زاہد عمر کے لوگوں کو جینے کا کوئی حق نہیں؟" وہ برا منا کے بولیں۔

"نہیں۔! آپ کو تو بلکل نہیں۔۔۔!"وہ مسکراہٹ روکتے ہوئے بولا۔

"تم سے زیادہ ڈھیٹ،احمق اور بدتمیز انسان میں نے اپنی زندگی میں کہی نہیں دیکھا۔!!!!"

"دیکھیں گیں بھی نہیں۔۔۔!"وہاں اطمینان دیکھنے لائق تھا۔

"مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی۔۔۔۔!"وہ اپنا منہ کھڑکی کی طرف کرتی اس سے رخ موڑ گئ تھیں۔

"سوچ سمجھ کے بولا کریں !!مس ایل، کیا پتا میں ہی آپ کو ساری زندگی منہ نا لگاؤں، بات ہی نہ کروں۔!!!"لہجہ ہنوز شرارتی تھا۔

"بکو مت۔۔۔۔"وہ اسی طرح رخ موڑے ہوئے تھیں۔

"جیسے آپکی مرضی۔۔۔!"وہ بھی نفی میں سر ہلاتا ڈرائیونگ کرنے لگا۔

"مس ایل ؟۔"تھوڑی دیر بعد اسنے دوبارہ سے مس ایل کو پکارا۔۔

"میری یہ باس سے پہلی ملاقات ہے ، پہلے تو ہمیشہ آپکے ذریعے میرا انسے رابطہ رہا ہے، میں بھی تو دیکھوں آخر وہ کونسا ایسا شخص ہے جو دلاور کو زیر کرنا چاہتا ہے، وہ کون ہے جس نے مجھے اس مشن پر رکھا ہے ، اور کس مقصد کے لیے۔۔!"
وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔۔۔

"چھوڑو یہ فضول باتیں۔!ہمیں اس سے کیا ہمارا مقصد صرف و صرف اس مشن کو پورا کرنا ہے، کیوں ، کیسے ، کس نے کون کیا چاہتا ہے، ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں۔۔"وہ نظریں چراتیں بات کو گھما چکی تھیں۔۔

وہ بس سر ہلا کے رہ گیا۔۔۔!

****

چند گھنٹوں کے بعد بلیک ہلکس ، ایک گاؤں کی سب سے بڑی حویلی کے گیٹ کو عبور کرتی داخلی دروازے کے آگے رکی۔، یہ ۳ ایکڑ پر پھیلی ایک وسیع و غریض حویلی تھی۔حویلی کے چاروں طرف خوبصورت وسیع باغات تھے، مختلف قسم کے پھل ، پھول، اور کیاریاں باغات کو مزید خوبصورت بناتے تھے۔

چادر کو شفاف ڈھلے دھلائے چہرے کے گرد لپیٹے وہ جائے نماز پر بیٹھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔

اچانک ان لکیروں میں دھوپ کی ایک تیز کی کرن آئی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے سامنے کا منظر واضح ہوتا گیا۔

ایک بڑا سا کمرا تھا اور ایک پندرہ سال کی بابا کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

اور وہ اِسے کہہ رہے تھے:

"جو کوئی بھی انسان اللہ سے امید رکھنے کی بجائے انسانوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔تو پھر وہ تا عمر انہیں ہی خوش کرنے میں لگا رہتا۔پھر انہیں سے بھیک مانگنے میں لگا رہتا۔انسان سے مانگنے والے کے کاسے میں ایسا سوراخ ہوتا۔جس میں جو بھی ڈالا جائے وہ باہر نکلتا رہتا ہے۔۔۔پھر یوں ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی اس نے کاسے میں ڈالا ہوتا یوں اس کا کاسا بھرنے کی بجائے خالی ہونے لگتا۔بیٹے انسان کبھی بھی

ہمیں نفع یا نقصان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں دے سکتے۔کچھ بھی چاہیے ہو اس سے مانگ لیا کرو، وہ دے دے گا،، وہی تو دیتا۔"

روشی چھوٹ گی تو اس نے خود کو اپنے کمرے میں پایا۔مسئلے سے آہستی سے اٹھ کھڑی ہوئی. چادر کو اتارتے تہہ کرتے اس نے کمرے میں نصب الماری کا پٹ کھولا سامنے لٹکتی جیکٹ پر اس کی نظر پڑی تھی۔

"اسکی انسپائریشن اسکے بابا تھے ، وہ اس لئے کسی کے سامنے نہیں جھکتی تھی، کیونکہ اسکے بابا نے اسے سکھایا تھا ، کہ اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکا جاتا۔۔۔"

"نا جانے وہ مہربان کون تھا؟" اس واقعے کو اتنے دن ہو گ ئے تھے لیکن اس کی نیلی آنکھیں یاد رہ جانے والی آنکھیں ، بے خوف آنکھیں۔اس کو یاد تھیں۔"

وہ جیکٹ کو پکڑتے چادر رکھتے میکانکی انداز میں بیڈ پر بیٹھی پاس ہی ایک پرس پڑا تھا۔شاید کہیں جانے والی تھی۔

آج اتنے ہفتوں بعد وہ جیکٹ پہلی بار دیکھنے لگ تھی۔ جیکٹ کے پیچھلی جانب بڑا سا "H اور A" لکھا ہوا تھا۔

H for Healer

A for ......???

کون ہو سکتا، اس نے خود کلامی کی تھی۔ کیا پتا وہ شادی شدہ،،،، ہونہہ اس نے خود کو ٹوکا ہو سکتا اینگیجڈ ہو۔ ایک اور خیال زہن میں لپکتے ہی اس نے پاس والا سائیڈ ٹیبل دراز کھولا تھا ایک کونے میں وہ آلہ پڑا نظر آیا۔

دماغ میں سطر گھونجی تھی۔ "بس اس آلہ میں ایک بار ھیلر کہنا بندہ آپ کی خدمت میں حاظر"

ہمارا رستہ اب دوبارہ کبھی نہیں ٹکرائے گا ھیلر، کیونکہ شیرنی رستہ بدل چکی ہوں۔ نا جانے کیوں اس کا دل خالی سا ہوا تھا ریحان کو سوچتے ہی۔

اس نے ڈبی کھول کے ہاتھوں میں آلہ پکڑا تھا وہ خاکی رنگ کا ،،،کان میں لگانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ایک سرخ رنگ کا بٹن تھا اس پر۔ نقطے کے سائز جتنا۔

دروازے پے دستک ہوئی ی تو وہ چونکی اور جلدی سے آلہ بیگ میں گرا دیا اور بیگ جلدی سے اپنی گود میں کھینچ لیا۔جیکٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

رفعت کمرے کی چوکٹ میں نمودار ہوئی یں ہاتھ میں کبابوں کا میکسچر پکڑے۔

کب تک واپسی ہے تمہاری؟ بیٹے کوشش کرنا مغرب سے پہلے لوٹ آؤ میں خود تمہارے ساتھ چلتی۔ اگر جو مجھے کام نا ہوتا۔

خالہ کو میر سلام کہنا اور حسن سے میں نے بولا وہ تمہیں چھوڑ آئے گا۔

”شادی کے کپڑے سلوانے کے لیے ان نے کسی جاننے والوں کو دیے تھے۔وہ ساتھ ساتھ شادی کی تیاریاں بھی مکمل کر رہیں تھی۔
ماہ نور کی ساس شادی کچھ عرصے تک کرنے کے لیے اکثر ان سے اصرار کرتی تھیں۔ان نے کچھ ٹائم لیا تھا۔
اس لیے وہ اپنی جانب کی تیاری مکمل رکھنا چاہتی تھی“

جی اماں میں آپ کا سلام بھی دے دوں گی اور جلد لوٹوں گی۔بلاوجہ ہی بیگ کے اندر چیزیں الٹ پلٹ کر رہی تھی۔

اماں چلیں گ ئ یں تو اس نے جیکٹ الماری میں سب سے پیچھے کر کے رکھی وہ اٹھ کے تیار ہونے چلی گی اور پھر وہیں سے بیگ اٹھاتی چل دی۔

****

دونوں ایک ساتھ گاڑی سے اترتے اپنے مخصوص گلاسس کے ساتھ اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے۔

"خوبصورت ہے ناں؟۔"مس ایل اسکے ساتھ کھڑیں آنکھوں پے چشمہ لگائے مسکراتی آواز میں بولی۔

"ہاں۔۔۔"

"اتنی خوبصورت حویلی کی تم ایسے تعریف کرو گے؟ ایسے؟ بس "ہاں"؟ کہہ کے۔"مس ایل اسکی طرف افسوس سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اور کیسے کرتے ہیں تعریف ؟ " وہ بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"بس دو تین اچھے "بول" بول کے۔"

"اچھی حویلی ہے۔"۔۔۔اسکے نزدیک یہ تین لفظی تعریف اس حویلی کی شان و شوکت میں کافی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا ھیلر ؟ تمہیں ایک پاگل خانے کی ضرورت ہے۔؟ " وہ اسکے تین لفظی تعریفی جملے سن کے کلس کے بولیں۔

"مجھے نہیں لگتا۔۔۔!"وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے اسی بے نیازی سے بولا۔

وہ دونوں گاڑی کے بونٹ کے آگے کھڑے حویلی کے داخلی دروازے کی طرف منہ کیے کھڑے تھے۔

"تم اتنے بورنگ کیوں ہو؟ "وہ پتہ نہیں کیا سننا چاہ رہیں تھیں۔

"مس ایل، زندگی !!! زندگی نے مجھے اتنے غم دیے ہیں، کہ مجھے اس میں موجود خوبصورت سے خوبصورت شے بھی فیسی نیٹ نہیں کرتی۔!میرے نزدیک زندگی ایک دھوکہ ہے۔!یہ آج آپکے پاس

ہے، کل نہیں ہوگی، ابھی آپکے پاس ہے اگلے لمحے میں یہ آپکو دھوکہ دے جائے گی۔!جب زندگی نام ہی دھوکے کا ہے تو اس میں موجود ہر شے بھی دھوکہ ہی ہوا ،اور کم از کم میں ان دھوکوں میں آنے والا مرد نہیں ہوں۔!"اسکے لہجے میں زمانوں کا کرب محسوس ہوتا تھا۔

اتنی سنجیدگی سے کہی گئ بات پر مس ایل اندر تک تڑپ اٹھی تھیں۔وہ جانتی جو تھیں زندگی نے اس سے اسکا کیا کچھ چھین لیا تھا۔۔۔۔

"ھیلر ! اگر کوئ شخص کسی کی بھلائی کے لیے اس سے بات چھپائے ، تو وہ دھوکے میں شمار نہیں ہوتا۔۔۔!"وہ بے حد آہستگی سے کمزور آواز میں بولیں۔۔۔

"کیسی بھلائی مس ایل کیسی بھلائی اگر کوئی شخص روزانہ کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ پر جھوٹ بول رہا ہو، اسے پردے میں رکھ رہا ہو، وہ دھوکہ نہیں ہوا تو کیا ہوا؟ کسی کی فیلنگز کے ساتھ کھیلنا دھوکہ ہی کہلاتا ہے۔!اور آپ جانتی ہیں؟ ایسے لوگوں سے مجھے سخت نفرت ہے۔!"

"میری زندگی کا ایک اصول ہے، جو مجھے ایک بار دھوکے میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے ، اس شخص کا پتہ میری زندگی سے ہمیشہ ہمشیہ کے لیے کٹ جاتا ہے۔۔۔!میرے دل میں منافقوں کے کیے کوئی گنجائش نہیں۔!"وہ سنجیدگی سے اپنی سامنے کھڑی حویلی کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔

اسکے ساتھ کھڑی مس ایل کی دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی، آنکھ کے کنارے ایک ننھا سا موتی چمکا تھا۔(شاید وہ جانتی تھیں، آج وہ اس حویلی میں کچھ کھودینے کے لیے آئیں تھیں، انکا دل مانو کوئی مُٹھی میں جکڑ رہا تھا، انہیں اپنے اردگرد آکسیجن کی کمی محسوس ہورہی تھی۔)

اتنے میں تین ملازم آگے پیچھے ان دونوں کے پاس آکر رکے۔

"اپنے کارڈز کی تصدیق کروائیں۔۔۔۔!"

ان دونوں نے اپنے بیگ پیک سے اپنے کارڈز نکال کے دکھائے۔

ھیلر؟مس ایل ؟؟؟ رائیٹ آپ دونوں اندر آجائیں۔۔کارڈ کی تصدیق کرلینے کے بعد وہ ملازم ان سے بولا۔

وہ دونوں سر کو ہلکا سا خم دیتے ملازم کے ساتھ اندر کی جانب بڑھے۔

حویلی۔!

حویلی کے اندر داخل ہوتے ہی تین طرف طویل راہداریاں تھیں، وہ دونوں ایک ساتھ قدم اٹھاتے ، ایک طویل راہداری سے گزرے، جگہ جگہ چھت پر لٹکے خوبصورت بھاری فانوس ، تاریخی پینٹنگز جگہ جگہ دیوار پر چسپاں کی گئیں تھیں، مختلف قسم کے ڈیکوریشن پیسز سے حویلی کے کونے کونے کو سجایا گیا تھا، وہ دونوں راہداری سے گزرنے کے بعد ایک طویل لاونچ میں داخل ہوئے ، لاونچ کو بہت خوبصورتی سے مزین کیا گیا تھا، ایک طرف ایل شیپ مجلس بچھا رکھی تھی، بیچ میں ایک خوبصورت چکور سائز کا ٹیبل اس پر مختلف قسم کے ڈیکوریٹڈ فلاورز ، سامنے ہی طویل سیڑھیاں تھیں، سیڑھیوں پر ریڈ کارپٹ بچھایا گیا تھا، وہ دونوں وسط میں کھڑے کسی کی تلاش میں تھے۔۔۔یقیناً وہ کسی۔۔۔انکا باس تھا۔۔۔جس نے ھیلر اور مس ایل کو اس مشن پر ہائر کیا تھا۔۔۔

وہ ماتھے پر بل ڈالے مس ایل کی طرف تھوڑا سا جھکا۔۔۔

"آپکا باس کچھ زیادہ ہی پراوڈی نہیں؟ حد ہوگئ ہم یہاں چھپن چھپائی کھیلنے آئے ہیں کیا؟؟؟! ؟ وہ ماتھے پر بل ڈالے اپنی نیلی آنکھوں سے مس ایل کو گھور رہا تھا۔

"مجھے گھورنا بند کرو احمق۔۔۔!اور وہ تمہارے بھی باس ہیں۔۔!"وہ بظاہر مسکرا کے ایک ایک لفظ چبا چبا کے بولیں۔

"ہنہہ میرے باس۔۔۔!"اسنے ہاتھ جھلا کے دفع کیا۔

"آپ دونوں پلیز تھوڑا سا ویٹ کریں۔۔۔!باس مردان خانے میں کچھ مہمانوں کے ساتھ مصروف ہیں۔۔۔!کچھ دیر میں آپکو بلاتے ہیں "
ایک ملازم انہیں پیغام دیتا وہاں سے چل دیا۔۔

"بہت ویلا ہوں نا میں۔۔۔!!جو اب بیٹھ کے انکا ویٹ کرتا پھروں۔۔۔وہ منہ ہی منہ میں کوفت سے بڑبڑایا تھا" دنیا میں وہ واحد شخص تھا جسے ہر کام کی جلدی ہوتی تھی۔اسے وقت برباد کرنے ،اور کرنے والوں سے سخت کوفت ہوتی تھی۔

"تم تھوڑی دیر سکون سے نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔!"مس ایل ماتھے پر بل ڈالے آنکھوں میں خفگی سموئے اسکی طرف دیکھ کے بولی جسے ایک پل بھی سکون میسر نہ تھا۔۔

"نہیں۔۔۔۔!"وہ یک لفظی جواب دیتا وہی موجود ایک صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ چکا تھا۔۔۔۔

مس ایل اسے دیکھتیں آسودگی سے مسکرائی تھیں، اور اسی کے ساتھ صوفے پر بیٹھتیں وہ باس کے بلاوے کا انتظار کرنے لگ گئیں۔۔۔!

****

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ایک ملازم انکے پاس پیغام لے کے آیا۔۔۔

"باس آپ دونوں کو مردان خانے میں بولا رہے ہیں۔۔۔۔!۔"

وہ دونوں سر کو ہلکا سا خم دیتے ایک ساتھ اٹھے ، اور ملازم انہیں اپنے ساتھ مردان خانے کی طرف لے آیا۔۔۔

مردان خانے میں سامنے ایک لکڑی کا تخت رکھا گیا تھا، اور آس پاس کچھ چیئرز اور زمین پر ایک طرف چادریں بچھا کر فلور کشنز رکھے گئے تھے۔۔۔!

وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ مردان خانے میں داخل ہوئے۔۔۔!

" سامنے ہی لکڑی کے تخت پر ایک آدمی بیٹھا تھا، سکن کلر کے کرتے میں ملبوس ، پاؤں کھسے میں مقید کیے، کندھوں کے گرد کالی چادر اوڑھے ، نفاست سے ایک طرف بال سیٹ کیے، گھنی مونچھیں ،

اور چہرے پر گھنی داڑھی رکھے ، اپنے دائیں ہاتھ میں مردانہ انگوٹھی پہنے ، وہ چالیس بچاس سال کا ایک باوقار شخص معلوم ہوتا تھا۔۔۔جو مسلسل اپنی ایک ٹانگ ہلائے جارہا تھا، انگوٹھی والا ہاتھ اپنے ایک گھٹنے پر رکھے وہ سنجیدگی سے اپنے سامنے کھڑی مس ایل اور ھیلر کا جائزہ لے رہے تھے۔۔۔!"

انکی پرسنیلٹی میں ایک ایسا رعب و دبدبہ تھا اگر کوئی بھی پہلی بار ان سے بات کرتا تو وہ انکے رعب میں فوراً آجاتا۔۔۔"مردان خانے میں اب ان تینوں کے علاوہ دوسری کوئی زی روح وہاں موجود نہ تھی۔۔۔۔

مس ایل اضطرابی کیفیت میں اپنی انگلیاں مڑوڑ رہی تھیں، آنکھوں میں کچھ کھودینے کا خوف سمویا ہوا تھا۔

اس کے برعکس ایک شخص اپنے دونوں ہاتھ اپنی جینز کی پاکٹ میں ڈالے ، بلیک ہڈی کے ساتھ بلیک پی کیپ پہنے ، ناک تک ماسک چڑھائے، اپنی نیلی آنکھیں ، نہایت اطمینان سے اپنے سامنے موجود شخص پر جمائے ہوئے تھا۔۔۔وہ بھی انکو ایکسرے کرتی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔۔۔۔

"ویلکم اگین ایلبرڈ۔۔۔۔!"انکی بھاری رعب دار آواز مردان خانے میں گونجی۔۔۔۔

"شکریہ باس۔۔۔"وہ بمشکل خود کو کمپوز کرتیں بس اتنا ہی کہہ پائیں۔

"ھیلر؟ "اب کی بار وہ ھیلر پر اپنی سوالیہ نگاہیں جمائے رعب سے بولے۔۔۔

"اسنے فقط سر ہلا کے تصدیق کردی۔۔۔!!

"میرے یہاں بلانے کا مقصد تو تم دونوں جانتے ہی ہوگے۔!، !!وہ باری باری ان دونوں کو دیکھتے اپنی انگوٹھی والا ہاتھ اپنے گھٹنے پر ہلا رہے تھے۔۔۔

"کام کی کیا پراگرس ہے ؟۔!"اب کے وہ اپنی کالی چادر کو کندھوں پر اوڑھتے ہوئے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔

" Still in progress"

مردان خانے میں پہلی بار اسکی سنجیدگی سے بھرپور آواز گونجی تھی۔۔۔!

"میرے خیال سے اب تک دلاور کو اسکے انجام تک پہنچ جانا چاہیئے تھا" وہ سنجیدگی سے اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی گہری کالی اندر تک جھانکنے والی آنکھیں ڈالتے ہوئے بولے۔

"وہ انکی بات پہ ہلکا سا ماسک کے اندر ہی مسکرایا تھا۔۔۔"

"کافی اچھا خیال ہے آپکا لیکن میں کام کو اپنی مرضی کے مطابق کرنے والا مرد ہوں، کوئی مجھ پر پریشر ڈالے یہ مجھے منظور نہیں۔۔۔!باقی بات رہی دلاور کی تو اب تک آپ دیکھ ہی چکے ہوں گے، میں اسے تگنی کا ناچ نچوا چکا ہوں۔"وہ بھی اطمینان سے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دے رہا تھا۔

اسکے اعتماد سے دیے گئے جواب پر وہ مبہم سا مسکرائے تھے۔۔۔

" Very smart ! Young man"

"ایلبرڈ تم نے ینگ مین کو دلاور کے پیچھے چھپے اصل مقصد کے متعلق آگاہ نہیں کیا ؟"

اب کے وہ اپنے قدم مس ایل کی جانب بڑھاتے ہوئے بولے۔۔۔

"ن۔۔۔نہیں، میں اسے بعد میں اس کے متعلق آگاہ کردوں گیں۔۔۔!"پہلے پہل تو انکی آواز لڑکھڑائی تھی، لیکن وہ فوراً ہی خود کو سمبھال کے اعتماد سے بولیں۔۔

"ھیلر نے ناسمجھی سے اپنی آنکھیں مس ایل کی طرف گھمائی۔۔۔"

"مس ایل ؟ ایسا کیا ہے؟ جس کے متعلق مجھے پتا ہونا چاہیے اور میں اب تک انجان ہوں؟ کیسا مقصد؟ اس سب کے پیچھے کونسا ایسا مقصد ہے؟ جس کے بارے میں مجھے انجان رکھا گیا ہے؟ وہ سنجیدگی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔۔"

"ھیلر۔۔۔!میں تمہیں بعد میں سب کچھ ایکسپلین کردوں گی۔۔۔!"وہ اسکی جانچتی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے فوراً بولیں۔۔۔

"چچچ۔۔۔بہت افسوس کی بات ہے ایلبرڈ۔۔!تم پے اعتبار کرکے میں نے اس مشن کے متعلق تمہیں اپنی ذاتی معلومات تک فراہم کی تھیں ،تاکہ تم اسکو اصل مقصد کے بارے میں ٹائم سے آگاہ کرسکو۔۔۔۔!"انکی آواز میں واضع افسوس شامل تھا۔۔۔!وہ اپنے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھتے ھیلر کے عین سامنے جا کھڑے ہوئے۔

"میں اسے۔۔۔!"اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتیں ھیلر فوراً انہیں ٹوکتے ہوئے بولا۔۔

"کیسا مقصد؟ "وہ مقابل کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے ہوئے بولا۔۔

"وہی بے خوف انداز، وہ بات کرتا تھا تو دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ، اسکی ہر ادا ہی نرالی تھی۔"

"ینگ مین ! تم وہ سب سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔۔!"وہ بھی اسکی آنکھوں میں اپنی کالی گہری مسکراتی آنکھیں ڈالتے ہوئے بولے۔

"وہ ایک بہت باوقار شخصیت تھی، کسے کے رعب میں نا آنے والے۔۔۔۔"

"میں سب کچھ سننے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔۔!"وہ بے حد سنجیدگی سے دانت پیس کے بولا۔۔۔

"ھیلر۔۔۔۔!تم پلیز میرے ساتھ چلو میں سب بتاتی ہوں۔۔"مس ایل اضطرابیت سے بولیں۔۔

"آپ کے بتانے کا وقت گیا مس ایل۔۔!جو کچھ بھی تھا آپکو مجھے پہلے بتانا چاہیے تھا۔۔۔"وہ ایک شکوہ کناں نگاہ ان پے ڈالتے ہوئے بولا۔

"رہنے دو ایلبرڈ۔۔۔!وہ تم سے نہیں سننا چاہتا تو کوئی مسلہ نہیں۔۔۔!ادھر آو ینگ مین میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔۔!"وہ مس ایل کو روکتے اپنا موبائل نکالتے ہوئے ھیلر سے بولے۔۔۔!

وہ دو قدم اٹھاتے انکے بلکل مقابل جا کھڑا ہوا۔۔دونوں میں بس کچھ قدموں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔۔

انہوں نے موبائل پر کچھ سکرول کرتے اسکرین اسکی طرف کی ،جیسے ہی موبائل کی اسکرین اسکی طرف ہوئی مس ایل نے زور سے اپنی آنکھیں میچیں تھیں۔

ھیلر کی نظر جیسے ہی انکے ہاتھ میں موجود موبائل اسکرین پر پڑی، وہ سانس لینا بھول گیا تھا، وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا، پتھرائی آنکھوں سے اسکرین کی طرف ٹکر ٹکر دیکھتا جارہا تھا۔۔۔
اسکرین میں ایک بہت ہی پیاری ٹین ایج لڑکی تھی، جس کی رنگت سانولی تھی، اور آنکھیں ویران ۔۔۔۔وہ اس لڑکی کو ایک انجان آدمی کے موبائل میں دیکھ کر شل ہوگیا گھا۔۔۔
ساکت۔۔۔۔۔!اسکے پیروں نے اگلا قدم اٹھانے سے انکار کردیا۔۔۔

"یہ لڑکی دیکھ رہے ہو؟؟؟؟؟! اصل مقصد اسکو تلاش کرنا ہے۔۔"اور جہاں تک مجھے معلوم ہے دلاور کے ذریعے ہم ضرور اس تک پہنچ سکتے ہیں"۔۔۔

وہ بول رہے تھے، لیکن وہ سن نہیں رہا تھا۔۔،اسکو ایک دم ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی۔۔۔

"ھیلر۔۔!"۔مس ایل نے نہایت کمزور آواز میں اسے پکارا تھا۔۔!

انکی آواز پر اسنے اپنی ویران آنکھیں انکی طرف گھمائی۔۔۔!

کیا کچھ نہیں تھا ان آنکھوں میں جو مس ایل نے دیکھا تھا، دکھ ، اعتماد کے ٹوٹنا کا کرب۔۔۔۔

"آپ جانتی تھیں سب؟؟؟؟؟ "

"ھیلر میری بات سنو۔۔"

"مس ایل آپ جانتی تھیں نا سب؟؟؟"

"هیلر؟ دیکھو میری بات سنو۔۔!"

" !Damn it!!Please tell me the truth !! Miss Elberd"

وہ غرایا تھا۔۔۔۔۔

وہ پہلی بار اسے اسطرح دیکھ رہی تھیں۔۔پہلی دفعہ اسنے انہیں مس ایل کی جگہ انکے پورے نام سے پکارا تھا۔۔انکی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہونے لگے۔۔۔

انہوں نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

انکے تصدیق کرنے کی دیر تھی۔۔۔وہ فوراً زخمی شیر کی طرح اس شخص کی طرف دوبارہ مڑا۔۔۔

"کیا رشتہ ہے تمہارا اس لڑکی سے؟؟ تم اسے کیوں ڈھونڈنا چاہتے ہو؟ مقصد کیا ہے تمہارا؟؟؟" اسکے ایک ایک لفظ میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔۔۔

"اندھر سے وہ ٹوٹ گیا تھا، بکھر گیا تھا، لیکن وہ ھیلر تھا، کہاں کس وقت کونسا قدم اٹھانا ہے ، وہ اس سے باخبر تھا ، وہ خود کو ھیل کرنا جانتا تھا، اور اس وقت ایک انجان شخض کے سامنے وہ کمزور نہیں پڑ سکتا تھا۔۔۔"ہرگز نہیں۔۔۔!

"ینگ مین۔۔۔!اپنی آواز آہستہ رکھ کے بات کرو، یہ میری حویلی ہے، یہاں میرے علاوہ کسی کی آواز اونچی نہیں ہوتی۔۔۔، اور میرا اس لڑکی سے کیا تعلق ہے، کیا مقصد ہے ، یہ سب جاننا ضروری نہیں۔۔۔۔تم بس اپنے مشن پر فوکس کرو۔۔۔"

وہ اسکی آنکھوں میں اترا جنون دیکھتے سپاٹ انداز میں بولے۔۔۔

"مشن۔۔۔"وہ مسکرایا تھا۔۔طنزیہ درد سے بھری استہزایہ مسکراہٹ۔۔۔

"ھیلر۔۔۔"مس ایل نے اسے ہولے سے پکارنا چاہا۔۔

"Don't you dare to talk with me again"

وہ انکی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔۔۔۔

"اور رہی بات مشن کی۔۔۔، بھول جائیں کبھی کوئی ھیلر نام کا شخص آپ لوگوں نے ہائر کیا تھا۔، میں مر کے بھی آپ کے لیے اس پر کام نہیں کروں گا۔۔۔"وہ سرد آواز میں کہتا مڑا تھا۔۔

"تم ابھی غصے میں ہو ینگ مین۔۔۔!"

"میں اپنے ہوش میں ہوں۔۔۔!مجھے کسی کی بھی ضرورت نہیں تم سے پہلے میں اس تک پہنچ جاوں گا، بنا کسی مدد اور بنا کسی کمپیوٹر ماسٹر مائینڈ کے۔۔۔۔"وہ سرد آواز میں کہتا آخر میں مس ایل پر طنز کرنا نہیں بولا تھا۔۔۔

ھیلر۔۔۔!انکی آواز میں التجا تھی۔۔۔

"یاد ہوگا آپکو شروع میں آپ مجھ سے کہتی تھیں۔"سوائے ایک کام کے تم ہر کام کرسکتے ہو۔۔۔" ایک درد بھری مسکان نے اسکے لبوں کو چھوا تھا۔۔۔

"وہ سوائے "میری کمزوری تھی۔۔لوگوں پر یقین کرنے کی، انسے ہمدردی کرنے کی، آپ ٹھیک کہتی تھیں، مجھے میری یہ کمزوری مروائے گی۔۔۔!اور دیکھیں تو سہی دھوکہ بھی میں نے کس سے کھایا،

ان سے جن پے میں نے اندھا اعتبار کیا تھا، ان سے جنہیں میں اپنے ساتھ مخلص پاتا تھا، ان سے جن کے سامنے میں اپنا آپ کھول دیتا تھا۔۔"وہ کرب سے انہیں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ھیلر مجھے ایک موقع تو دوں۔۔۔"وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔۔۔۔

جانے دو اسے ایلبرڈ۔۔۔۔پیچھے سے انکی آواز گونجی تھی۔

" کبھی زندگی میں مجھے دوبارہ مت دکھیے گا مس ایل، آپ کا اور میرا سفر یہی تک تھا، آج کے بعد میں آپ کے لیے مر چکا ہوں۔۔آپ نے میرا یقین توڑا ہے، آپ نے مجھے توڑا ہے، مجھے دھوکہ دیا ہے، اور میرے دل میں دھوکے بازوں کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔"وہ سخت لہجے میں انہیں باور کرواتے ایک بھی نظر ان پر ڈالے بغیر مردان خانے سے نکل گیا۔۔۔

پیچھے وہ اسکے آخری الفاظ پر ششدر کھڑی رہ گئیں۔۔۔۔!
" وہ میرے لیے نہیں مر سکتا نہیں۔۔۔!میں تو اسکی بوڑھی خاتون ہوں۔۔۔اولڈ لیڈی۔۔۔، ! وہ احمق ہے!! گدھا ہے، مذاق کررہا ہے۔۔"وہ ہنستے ہنسے رو پڑی تھیں۔۔۔۔

"ایلبرڈ سمبھالوں خود کو۔۔۔یہ ہونا تھا۔۔تم تو جانتی ہو یہ ہونا ہی تھا۔۔۔آج اسے یہاں بلانے کا مقصد ہی یہی تھا، خود کو مضبوط رکھو۔۔اس بچے سے تمہاری اٹیچمنٹ کی میں قدر کرتا ہوں، لیکن یہ وقت خود کو کمزور کرنے کا نہیں ہے۔۔۔"وہ بھاری آواز میں انہیں باور کرواتے وہاں سے چل دیے۔۔۔

"کیسے سمبھالوں۔۔۔، میرا دن اسکی آواز سنے بغیر ادھورا رہتا ہے، میرا دن اسکے منہ سے اولڈ لیڈی سنے بغیر ادھورا رہتا ہے؟ میرا دن احمق کے بغیر ادھورا ہے، میں ادھوری ہوں، وہ مجھے عزیز ہے۔۔۔میں اسکے بغیر کیسے رہوں گی، ایک وہی تو تھا، جو مجھے سنتا تھا، وہ مجھ سے بدگمان ہوگیا۔۔۔" وہ روتے ہوئے زمین پر بیٹھتیں خود کلامی کرتے جارہی تھیں۔"

"مت جاو احمق۔۔۔۔!مجھے چھوڑ کے مت جاو۔۔۔۔"مردان خانے میں سوائے مس ایل کی سسکیوں کے علاوہ کسی چیز کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

****

حویلی سے نکلتا وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب دوڑا ، گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ انتہائی تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرتے حویلی کی حدود سے باہر نکلا۔۔اسکا دماغ شل ہو رہا تھا، اسٹیرنگ پر اسکے ہاتھوں کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جارہی تھیں، اسکی آنکھوں میں ضبط سے سرخی دوڑنے لگی۔

"اللہ۔۔۔"اسنے درد سے اس رب کو پکارا تھا جو سب کے دلوں پر مرہم رکھنے والا ہے۔
"میری مدد فرما۔۔۔ تیرے سوا میرے زخموں پر کوئی مرہم نہیں رکھ سکتا ، انسان تو صرف زخم دیتا ہے، مرہم تو ، صرف تو رکھتا ہے۔۔۔"وہ اپنے دل میں اللہ سے محو گفتگو تھا۔۔

"ھیلر ! اگر کوئی شخص کسی کی بھلائی کے لیے اس سے بات چھپائے ، تو وہ دھوکے میں شمار نہیں ہوتا۔۔۔!"

اسکے کانوں میں مس ایل کی آواز گونجی۔

"آپ جانتی تھیں،۔۔آپ سب جانتی تھیں، آپ ہی تو میری ساری کمزوریاں جانتی تھیں، اور آپ نے ہی آج مجھے بری طرح زخمی کر ڈالا مس ایل۔۔۔!"

اسکا ہاتھ اسٹیرنگ پر مزید سخت ہوا، آنکھوں کے کنارے سے ایک آنسو ٹوٹ کے چھپا سکے ماسک میں جذب ہوا۔۔۔

"میری سب سے بڑی کمزوری کو ہی میرے خلاف ہتھیار بنا لیا"۔

اسکی آنکھوں کے سامنے اس شخص کے موبائل میں موجود لڑکی کی تصویر گھومی تھی۔

"لیکن اب اور نہیں۔۔۔!زندگی میں سبق ایک بار حاصل کرنا چاہیے، بار بار دھوکہ کھانے والے خود بے وقوف ثابت ہوتے ہیں، اور میں ان میں سے ہرگز نہیں۔۔۔۔اگر اس لڑکی کو ایک، ایک آنچ بھی آئی تو بخدا میں کسی کے سر پر ایک بال نہیں چھوڑوں گا۔۔۔، اس تک اگر کوئی پہنچے گا تو صرف میں۔۔۔۔"

وہ ارادہ کر چکا تھا کے اسے آگے کیا کرنا ہے۔۔۔۔وہ انجان سڑکوں پر گاڑی گھمائی جا رہا تھا۔۔۔

"اسے ٹھوکر لگتی تھی، وہ سمبھل جاتا تھا، یہاں تک کے اگر اسکا پیر اپنے ہی پیر میں الجھ جاتا تب بھی وہ خود کو گرنے نہیں دیتا تھا، بہت بیلنس کے ساتھ وہ آپس میں الجھے اپنے دونوں پیروں کو نکال لیا کرتا تھا۔۔۔، اسی طرح وہ اپنوں کی دی گئ ٹھوکر سے بھی نہیں گرا تھا، وہ ہمیشہ خود کو سمبھال لیا

کرتا تھا، کیونکہ وہ اکیلا تھا، وہ اپنا سہارا خود بنتا تھا، وہ اپنا ھیلر خود تھا، اسے اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے کسی ہیکر یا کسی باس کی ضرورت نہیں تھی، اسکے لیے اسکا سب سے بڑا ہتھیار ہی کافی تھا، اور وہ تھا اسکا دماغ ، دماغ دنیا میں موجود بڑے سے بڑے ہتھیاروں کو مات دے سکتا ہے۔۔۔۔"

****

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب وہ اپنی خالہ کی طرف سے واپس اپنے گھر کی جانب لوٹ رہی تھی ، وہ سادہ سے ریڈ کلر کے پرنٹڈ سوٹ پہنے، سر پر کالے رنگ کی چادر اوڑھے ، اور وائٹ کیپری پہنے ہوئے تھی ، ہاتھوں میں اپنا پرس تھامے وہ اپنے گھر کے ایریا میں داخل ہوئی ، ابھی اسنے ایک موڑ ہی مڑا تھا، جب اسے کسی کا گمان ہوا ، اسکے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی، آنے سے پہلے ہی وہ اسکے دیے گئے آلے کو باہر نکال کے ھیلر کہہ رہی تھی، کیا وہ سچ میں آگیا ہے؟ ، وہ ٹکر ٹکر سامنے چلتے آدمی کی پشت کو دیکھتے گئی، وہ اسے آواز دینے والی تھی، لیکن رک گئی، وہ ماہ نور تھی کسی کو پیچھے سے روکتی نہیں تھی، وہ اسے روکنا چاہتی تھی، لیکن روک نہیں پائی، اسے ریحان کا خیال آیا، وہ چپ کرگئی، لیکن یہ کیا اسے وہ مڑتا ہوا دکھائی دیا۔۔۔

وہ دونوں ہاتھ اپنی جینز کی پاکٹ میں ڈالے سر جھکائے چل رہا تھا، وہ ایکدم رک گیا، کسی احساس کے تحت اسنے پیچھے مڑ کے دیکھا، ماسک سے جھلکتی آنکھوں میں شناسائی کی رمق دکھی تھی،وہ جو کب سے اداس پھر رہا تھا، اسے دیکھ کے آسودگی سے مسکرایا۔ آج سر پر کوئی ہڈ، کوئی کیپ نہیں تھی، ماسک

لگائے، ماتھے پر گرے بال جو سلکی ہونے کی وجہ سے آنکھوں تک آرہے تھے،وہ اسی طرف چلتے اسکے پاس آکے رک گیا۔

"شیرنی"۔۔۔وہ دھیرے سے بولا۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟ "وہ اسے دیکھتے ناچاہتے ہوئے بھی سوال کر گئ تھی۔

"یہی سوال میں تم سے بھی پوچھ سکتا ہوں۔"وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"ایوے ہی ،یہ میرا علاقہ ہے میں جب چاہے جس وقت چاہوں، باہر نکل سکتی ہوں، سمجھے؟ "اپنے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی سے وہ اسکو وارن کرتے ہوئے بولی۔

"اوہوں! نہ تو اس علاقے پر تمہارے نام کی تختی لگی ہے، اور نا ہی اس علاقے میں میرا آنا ممنوع ہے۔"وہ تھوڑا اسکی طرف بڑھتے اسی کے سٹائل میں اپنی ایک انگلی دائیں بائیں کرتا، اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہ ہمیشہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کے بات کیا کرتا تھا، وہ جو کسی سے ایک دو لفظ سے زیادہ بات کرنے کا روادار نہیں تھا،اسکے سامنے ناجانے کیوں وہ بے تکی باتیں کرنے لگ جاتا تھا۔۔"

"You are impossible!"

وہ دانت پیس کے بولی۔

"Yes i'm"

جینز کی پاکٹس سے ہاتھ نکالتا اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ چکا تھا۔

وہ اسے غصے سے گھورتی مڑ گئ۔

"بات سنو شیرنی۔!"

وہ ہمیشہ اسے پیچھے سے ہی کیوں پکارا کرتا تھا؟وہ بس سوچ کے رہ گئ۔
وہ مڑنا نہیں چاہتی تھی، نجانے کیوں دل اسکے معمالے میں بے اختیار ہورہا تھا۔۔۔پھر بھی وہ دل کو سمجھاتی مڑ گئ۔

"فرمائیں۔"وہ خفگی سے بولی۔

(وہ جو جانتی بھی نہیں تھی نخرہ کسے کہتے ہیں، جانے ان جانے میں وہ اس سے نخرے کرنے لگی تھی، اسکو اپنی خفگی ظاہر کرنے لگ گئ تھی)

"تھینک یو! وہ بے حد دھیمی آواز میں مسکرا کے گویا ہوا۔"

وہ جو اس سے سوری شوری کی امید لگائے بیٹھی تھی، کیسے بھول گئ تھی؟ کے سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں ھیلر تھا۔

"شاید آپ سوری کہنا چاہتے ہیں؟ "یقیناً آپ سے کہنے میں غلطی ہوئی ہے۔وہ اسکی طرف دیکھ کے دانت کچکچا کر بولی

"نہیں میرے منہ سے نکلنے والے الفاظوں میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، میں جو بولتا ہوں سوچ سمجھ کے بولتا ہوں۔۔۔"اسکی سحر زدہ آواز، مغرورانہ لہجہ، اگلے کو مسسمرائز کردیتا تھا۔۔

"ہنہہہہ۔۔۔۔"وہ بھی شیرنی تھی، سر جھٹک کے ہنہہ کرتی۔۔۔پھر سے مڑ گئ۔

"شیرنی۔۔۔!!!"آواز پھر سے آئی تھی۔
اب کے وہ تلملا کے گھومی۔۔۔۔!

"جی؟؟؟؟ فرمائیں؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟! "انداز ایسا تھا فوراً بولو میرے پاس وقت نہیں۔۔۔۔!
اسکے فیس ایکسپریشن دیکھ کے وہ کھلے دل سے مسکرایا تھا۔۔۔!

"کون ہو تم؟"نجانے کیوں وہ اس سے یہ سوال کر بیٹھا تھا۔

"میں تو شیرنی ہوں۔۔۔!منہ تو تم چھپائے پھرتے ہو۔۔!؟ تم بتاو؟ کون ہو تم؟ ھیلر؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ اسکے لہجے میں اپنے لیے تجسس محسوس کر کے مسکرایا تھا، اسکی ماسک سے جھلکتی آنکھیں مزید چھوٹی ہوئی تھیں۔

"پہلے تم وعدہ کرو کسے سے شئیر نہیں کرو گی؟ میں اپنے نام اور اپنی شخصیت کے بارے میں بہت ٹچی ہوں۔۔۔"وہ رازدارانہ انداز میں اسکی طرف تھوڑا سا جھک کے بولا۔

وہ بھی آنکھوں میں تجسس لیے اسکی طرف تھوڑا سا سر سرکاتی رازدارانہ انداز میں بولی۔

"پکا پرامس کسی سے نہیں شئیر کروں گی۔۔!"

"میرا نام۔۔۔۔وہ کافی کھینچ کر بولا۔"

"ہاں؟ تمہارا نام؟"وہ تجسس کے مارے جلدی جلدی بولی۔

"هیلر "وہ مزے سے کہتا مسکراتی آنکھوں سے کہتا سیدھا ہو کے کھڑا ہو گیا۔

وہ جو تجسس کے مارے سر جھکائے کھڑی تھی اسکی بات سنتے خفگی سے سیدھی کھڑی ہوتی غصے سے اسے گھورنے لگی۔

"میں بتاؤں؟ تمہاری شخصیت پر کونسا نام زیادہ سوٹ کرتا ہے؟ "وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتی اسکی مسکراتی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"کونسا؟"۔۔۔وہ لہجے کو شرارتی بناتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"احمق۔۔۔۔۔!"

ماہ نور کے منہ سے اپنے لیے لفظ "احمق" سنتے وہ ساکت کھڑا ہونقوں کی طرح اسے دیکھتا رہا۔

"Really suits on your personality! Healer"

وہ مسکراتی آنکھوں سے اسے ششدر چھوڑ کے مڑ گئ۔۔۔

ایک لفظ تھا صرف ایک لفظ جسے سنتے ہی وہ پتھر کا بت بن گیا تھا اپنے سے دور جاتی ماہ نور کی پشت کو دیکھنے لگا۔۔۔!ساری شوخی پل بھر میں ہوا ہوئی تھی،

"احمق۔۔!، احمق ، احمق۔۔۔۔!"

اسکو اس لفظ کی بازگشت اپنے چاروں طرف سنائی دے رہی تھی۔۔۔!

"تم سے زیادہ ڈھیٹ،احمق اور بدتمیز انسان میں نے اپنی زندگی میں کہی نہیں دیکھا۔۔.!"

کسی کی آواز اسکے کانوں میں گونجی، دل میں ایک درد سا اٹھا ، پھر وہ افسردگی سے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالتا ایک انجان سڑک کی جانب چلنے لگا۔۔۔

وہ اسی طرح سرجھکائے ، ایک انجان سڑک پر چل رہا تھا، پھر وہ ایکدم رکا اسے اپنے پیچھے کسی کا احساس ہوا ، اسنے مڑ کے دیکھا ، پیچھے کوئی نہیں تھا، وہ پھر دونوں کندھے اچکاتے چلنے لگا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر سے رکا ، اب کے اسے کسی کی قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"وہم ایک بار ہوتا ہے بار بار نہیں۔۔۔"اسکے دل نے آواز دی، وہ اسی طرح سیدھا کھڑا رہا، پھر سیکنڈ کے
ہزاروں حصوں میں وہ نہایت تیزی سے پیچھے پلٹا۔۔۔

اب کے وہ آدمی چھپنے میں ناکام ہوئے، وہ چار پانچ ہٹے کٹے آدمی تھے، ہاتھوں میں ہاکی پکڑے، سفید دانتوں کی نمائش کرتے ، وہ اسکی طرف بڑھ رہے تھے، وہ اکیلا تھا، لیکن بھاگا نہیں، اسنے بھاگنے کی

کوشش نہیں کی، وہ اپنی لڑائی سے بھاگا نہیں کرتا تھا، وہ اسے فیس کرتا تھا ، چاہے کچھ بھی ہوجائے، وہ بھاگتا نہیں تھا،،،،،۔۔۔

وہ آدمی ہنستے ہوئے اسکے قریب آرہے تھے۔۔۔

"آج بھاگے گا نہیں تو؟؟؟؟،،،،،، اس دن تو ، توں بھاگ گیا تھا،،، چچچ کیا ہوا ؟ آج کوئی مدد نہیں کررہا ؟ "

ایک آدمی مسکرا کے اس پر طنز کر رہا تھا۔۔۔

"بنا وجہ کے میں بھاگا نہیں کرتا،،،، اور تم لوگ جس کے کتے ہو، آہ،، ان سے ڈر کے تو ہرگز نہیں۔۔۔"آنکھوں میں طیش لیے وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

چل پھر آج خود کو ان کتوں سے بچا کر دکھا، ان میں سے دوسرے آدمی نے ہاکی ہوا میں بلند کر کے اسکے سر میں مارنا چاہی،اسنے بروقت ہاکی پکڑتے خود کو اس حملے سے روکنا چاہا ، لیکن تیسرے آدمی نے اپنی پوری قوت سے ہاکی اسکے سر کی پشت پر دے ماری۔۔۔۔ایک تیز دھاڑ خون اسے اپنے سر کی پشت سے نکلتا ہوا محسوس ہوا، اسنے بمشکل چکراتے سر سے چوتھے آدمی کا حملہ روکنا چاہا لیکن وہ

بری طرح ناکام رہا، اسے اپنی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا ،اب کے وہ ہاکی اسکے پیٹ پر ماری گئ، پھر اسکے بازوؤں پر ، مکمل خون میں لت پت ہوچکا تھا، وہ پھر بھی اپنے ہاتھ پیر چلا رہا تھا، لیکن وہ پانچ تھے اور وہ ایک، وہ زخمی حالت میں زمین پر ڈھیر ہوگیا۔۔۔

ایک آدمی نے اپنا بھاری بھرکم بوٹ اسکے منہ پر رکھ کے پوری قوت سے دبایا۔۔۔۔
وہ چیخنا چلانا چاہتا تھا، لیکن وہ خاموش رہا ، وہ خاموشی سے مار کھاتا رہا ، ایک کرہ اسکے منہ سے نہیں نکلی، وہ خود پر بمشکل جبڑ کیے ہوئے تھا، اسکی سانس بند ہورہی تھی، لیکن وہ ابھی زندہ تھا۔۔۔
آخری شخص نے ایک زور دار لات اسکے وجود کو ماری اور اسے دو چار انگریزی گالیاں دیتے وہاں سے چل دیے۔
پیچھے وہ ایک انجانی سڑک پر زخمی حالت میں بےیارومددگار پڑا تھا، کوئی نہیں تھا، جو اسکی مدد کرسکتا، آس پاس سوائے کتوں کے بھوکنے کی اور کسی شے کی آواز نا تھی، اسکی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہورہی تھیں، چند ہی سیکنڈز بعد اسکا وجود انجانی سڑک پر ڈھیلا پڑچکا تھا، اسے بری طرح مسلا گیا تھا، جیسے کسی نے ٹرک تھلے کچل ڈالا ہو۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے